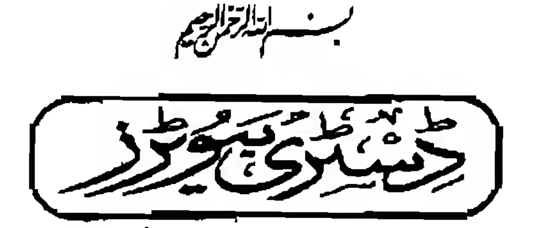

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حصولِ علم کے ذرائع
تالیف
اُمِ عُمیر سلفی
معلمہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ منظور کالونی کراچی
عبدالرشید اظہر
عبدالرحمن سلفی
عبداللہ ناصر رحمانی
محمد ابراہیم بھٹی
خلیل الرحمن لکھوی
محمد احسن سلفی
سلفی بک سینٹر کراچی
0345-2098135



www.KitaboSunnat.com



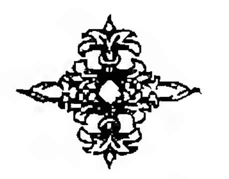
بسم اللہ الرحمن الرحیم



مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمانی مارکیٹ غزنی اسٹریٹ لاہور

042-37244973





سلفی بک سینٹر گجر چوک منظور کالونی کراچی

0345-2098135

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقرا باسم ربك الذی خلق

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا

حصولِ علم کے ذرائع



مؤلفہ

امّ عمیر سلفی بنت مولانا عبدالغفار محمّدی

معلمہ مدرسہ خدیجہ الکبریٰ للبنات منظور کالونی کراچی

توثیق

فضیلۃ الشیخ محترم جناب

عبداللہ ناصر رحمانی صاحب

تحسین

فضیلۃ الشیخ محترم جناب

مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب

تقدیم

فضیلۃ الشیخ محترم جناب

ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب

تقریظ

فضیلۃ الشیخ محترم جناب

محمد ابراہیم بھٹی صاحب

نام کتاب .... : حصولِ علم کے ذرائع

نام مؤلفہ .... : امّ عمیر سلفی بنت مولانا عبدالغفار محمدی

اشاعت .... : اوّل : مئی 2011ء

ضخامت .... : 256 صفحات

تعداد .... : 1100

قیمت .... : -/250 روپے



سلفی بک سینٹر گجر چوک منظور کالونی کراچی

0345-2098135

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

(از ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر صاحب اسلام آباد)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ...اما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی انسان کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا فرمایا، اور اسے اس مقصد کے حصول کے لئے وافر علم وفہم سے بھی نوازا اور توفیق خیر سے سرفراز فرمایا ہے، وہ لوگ انتہائی سعادت منداور خوش بخت ہیں جو اپنے اس عظیم الشان مقصدِ تخلیق سے واقف اور اس کے حصول کے لئے مصروف عمل ہیں، اور ان سے بھی بڑھ کر سعادت مند ہیں وہ لوگ جو خود بھی صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور اپنے دیگر ابناء جنس کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلنے کی تگ ودو کرتے رہتے ہیں، ان شاء اللہ وہ اپنے اجر کے ساتھ دوسروں کے اجر سے بھی حظ فراواں پائیں گے۔

دعوت الی اللہ کا یہ عظیم الشان فریضہ انبیاء ورسل کا وظیفہ ہے اور اصلاح معاشرہ کا بہترین طریق کار ہے معاشرے کی تمام تر فلاح وبہبود کا دارومدار اسی فریضہ پر ہے اس لئے کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں اس کی سخت تاکید کی گئی ہے اور تمام انبیاء کرام کی مقدس زندگیاں اسی کے لئے

وقف رہی ہیں۔ فرمایا:

﴿ إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب ﴾ (ھود:۸۸)

میں تو حسبِ استطاعت اصلاح کرنا چاہتا ہوں توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے میں اسی پر اعتماد کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

دعوت الی اللہ کے فوائد و ثمرات کی فہرست بہت طویل ہے۔

۱۔ داعی اپنے مقصدِ زندگی سے آگاہ رہتا ہے۔

۲۔ معرفت الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے۔

۳۔ اس کا رشتہ دین و شریعت سے مضبوط ہوجاتا ہے۔

۴۔ احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔

۵۔ داعی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اِل کار بن جاتا ہے، یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

۶۔ اصلاح معاشرہ کے عمل میں شریک ہوکر اپنے نامہ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرلیتا ہے۔

اور دینی قیادت کا شرف دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے، جس کے ثمرات ان شاء اللہ روزِ قیامت ظاہر ہونگے۔ وباللہ التوفیق

اصلاح و تربیت میں سب سے اہم کردار علم و تعلیم کا ہے۔

اور حصول علم میں ایک بڑی رکاوٹ تقلید د جمود اور کم ہمتی ہے، جس کی وجہ سے انسان براہ راست کتاب و سنت تک رسائی کی بجائے دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا، ان پر بے جا اعتماد کرتا ہے۔

زیر نظر کتاب "حصول علم کے ذرائع" مؤلفہ نے اسی جذبہ خیر خواہی اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے تالیف کی ہے جس میں بنیادی چیز علم پر توجہ مرکوز رکھی ہے اور تقلید د جامد کے بارے میں مناسب گفتگو کی ہے۔

علم کے فضائل، حصول علم کے ذرائع، طلبِ علم کے آداب وغیرہ سمجھنے کے لئے یہ نہایت عمدہ اور قابل قدر کوشش ہے، جس میں جذبہ اخلاص کی جھلک نظر آتی ہے۔

وکتبہ / الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر

اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توثیق

(فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر الرحمانی امیر جمعیۃ اہل الحدیث السند پاکستان)

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وبعد

زیر نظر رسالہ نافعہ بعنوان "حصول علم کے ذرائع" آپ کے سامنے ہے جو کہ الاخت الفاضلۃ والابنۃ الصالحۃ ام عمیر سلفی بنت عبدالغفار محمدی کی تالیف ہے۔

اس رسالہ میں انہوں نے حصولِ علم کے ذرائع و وسائل کے تعلق سے کتاب و سنت کے دلائل اور سلف صالحین کے مبارک طرز عمل سے استدلال کرتے ہوئے بہت ہی مفید علم صفحہ قرطاس کی زینت بنا دیا ہے بلکہ جس خوبی سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری کے مکمل کتاب العلم کو مختلف ابواب کے تحت انتہائی جامعیت اختصار، سادگی اور سہل الفاظ کے ساتھ بیان کر دیا حالانکہ کچھ مسائل بہت ہی دقیق تھے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء واسعدھم فی الدارین

آج کے تاریک ترین دور میں اس سسکتے اور پسے ہوئے معاشرے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی (قرآن وحدیث) کے علم کی اشد ضرورت ہے، علم نافع اور عمل

صالح فلاح دارین کی اساس ہے، معاشرہ میں پائے جانے والے ہر افراط و تفریط، ہر جاہلیت کا تعین اور پھر علاج علم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے:

من لم یذق ذل التعلم ساعة تجرع كاس الجهل طول حياته

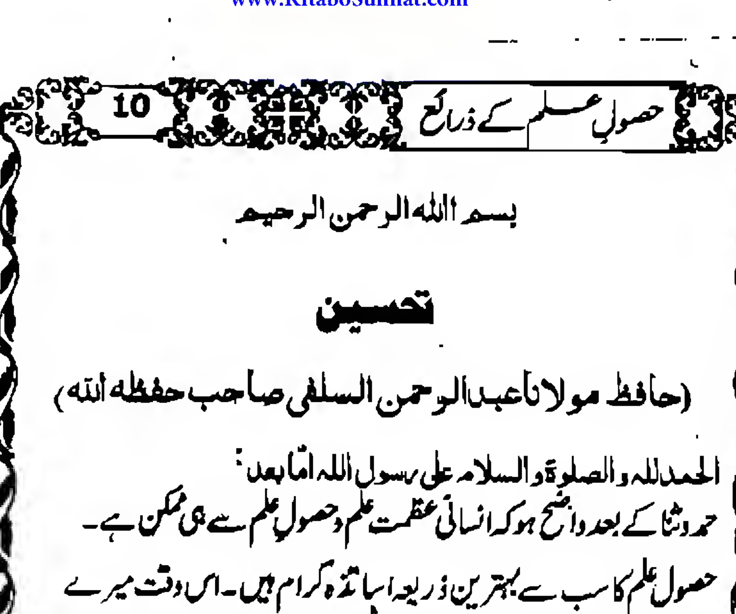
جو شخص اپنی شب و روز کی مصروفیات میں گھڑی دو گھڑی علم شرعی حاصل کرنے کے لئے وقت نہ نکال پائے اسے پوری زندگی جہالت کی وجہ سے بڑے تلخ جام پینے پڑیں گے۔

اب جبکہ ہمارا معاشرہ من حیث المجموع سیاسی، اخلاقی، معاشی، سب سے بڑھ کر دینی ابتری پر استوار ہے اور علم نافع کا حصول ہر اضمحلال کا علاج ہے تو ہم اس مفید ترین رسالہ کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیں گے، اس کی بھرپور اشاعت کی نصیحت کریں گے اور خصوصاً خواتین کو اس کے مطالعہ کی دعوت دیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام فرما دے اور اسے مؤلفہ (سلمها الله من كل شر و مكروه) کے لئے اور ان کے والدین و اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ والله ولی التوفیق:

کتبہ / عبداللہ ناصر الرحمانی

(امیر جمعیة اهل الحدیث السند پاکستان)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحسین

(حافظ مولانا عبدالرحمن السلفی صاحب حفظہ اللہ)

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ امّا بعد:
حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ انسانی عظمت علم وحصولِ علم سے ہی ممکن ہے۔

حصولِ علم کا سب سے بہترین ذریعہ اساتذہ کرام ہیں۔اس وقت میرے سامنے ایک کتاب (حصولِ علم کے ذرائع ہے) جس کی مؤلفہ محترمہ ام عمیر سلفی بنت مولانا عبدالغفار محمدی معلمہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات منظور کالونی کراچی ہیں۔اس کتاب میں علم میں شعور سے آگاہی اور حصولِ علم کا بنیادی سبب بیان کیا گیا ہے۔

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے فرائض کی ادائیگی، روزمرہ عبادات، معاملات، معاشرت، حلال وحرام میں امتیاز جیسے علوم ہر ایک مسلمان کو حاصل ہونے چاہیئے، اس (علم کے حصول کے ذرائع) کتاب مذکور میں بڑی تفصیل کے ساتھ اور بہت عمدہ طریقہ پہ بیان کئے گئے ہیں جبکہ اس کتاب پر محترم جناب ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب اور محترم جناب پروفیسر محمد ابراھیم بھٹی نے اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ان کی تقدیم اور تقریظ کے بعد میری معروضات کی گنجائش نہیں تھی، لیکن مولانا محمد احسن سلفی کے فرمان اور کتاب کی افادیت کے پیش نظر چند کلمات میں نے تحریر کر

دیئے ہیں۔ یہ کتاب چھ فصول پر مشتمل ہے،

چوتھی فصل میں (خواتین کے لئے کس قدر ضروری ہے علم کا حصول) عنوان قائم کر کے بہت تفصیل کے ساتھ علمی میدان میں خواتین کے کردار کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح چھٹی فصل میں (تقلید کے ذریعہ علم حاصل نہیں ہو سکتا) کے عنوان کے تحت دلائل کے ساتھ تقلید کی حقیقت بیان کی گئی ہے، مجموعی طور پر کتاب بہت ساری معلومات اور علمی فوائد پر مشتمل ہے۔ مجھے امید ہے عوام، طلباء علم اور علماء اس سے استفادہ کریں گے، زیر نظر کتاب یقیناً ایک بہترین علمی خدمت ہے اور ہر گھر میں اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔

اس بات پر مسرت ہے کہ ایک مسلمہ خاتون نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے جو خواتین کے لئے خوش آئندہ بات ہے اس طرح دیگر معلمات بھی دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کی سعی کرتی رہیں۔ آخر میں میری دعا ہے مولنا محمد احسن سلفی، مؤلفہ اور ان کے دیگر رفقاء کے لئے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت حاصل کرے۔ (آمین)

صلی اللہ علی محمد وسلم

عبدالرحمن سلفی

(امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تائید

(فضیلۃ الشیخ محمد افضل اثری صاحب حفظہ اللہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

اللہ رب العالمین کی کرم نوازی سے اسلام اس وقت عالم کا سورج بن کر چمکا جب دنیا کا طول وعرض جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، ظلم، توہم پرستی وغارت گری کا بازار گرم تھا۔

طاقتور اقوام نے جنگل کا قانون رائج کر رکھا تھا، تب اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے اپنے بندے پر علم کی ضیا پاشیاں کیں۔

﴿ وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ﴾ (سورۃ النساء: 113)

اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

علم وحکمت کے اس منبع نے عالم کو سیراب کیا، دنیا توہمات سے نکل آئی، حق کا بول بالا ہوا، یہ علم ہی تھا جس نے حضرت انسان کے دل سے مظاہرِ فطرت کا خوف دور کیا اور اسکو تعلیم دی ﴿ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر

واسجدوا للہ الذی خلقھن إن کنتم إیاہ تعبدون ﴾ [حم السجدہ :73) آفتاب و ماہتاب کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اگر تم واقعتاً اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

اسی علم کی بدولت انسان کا روحانی اور مادی ارتقا ممکن ہوا کہ اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور ساتھ ہی ساتھ مخلوق کی عبادت کو خیر باد کہا۔

یہ بھی جان لیا کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے اُسی کے لیے مسخر کی ہے۔

﴿وسخر لکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منہ إن فی ذلك لایت لقوم یتفکرون﴾ (سورۃ الجاثیہ:31)۔

اور اس نے تمہاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

لہٰذا علم ہی کی بدولت انسانوں کو تسخیرِ کائنات کا نسخہ ملا اور آج کی ٹیکنالوجی بھی علم ہی کی مرہونِ منت ہے۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں

خوش نصیب ہیں وہ اقوام اور وہ افراد جو علم کی قدر و منزلت اور اس کے مقام

اور مرتبہ کو جان لیں، یہ نفع بخش علم جس کو نصیب ہوا اس کے دونوں جہان سنور گئے اور جو اس سے محروم رہا... صد حیف کہ پہلی ہی گھاٹی میں وہ ناکام و نامراد ہوا (اللھم لا تجعلنا منھم (آمین) کہ منکر و نکیر اس سے کہیں گے: (لا دریت ولا تلیت) تو نے جاننے کی کوشش کیوں نہ کی اور تو نے کہیں سے پڑھ کیوں نہ لیا، اللہ ربّ العالمین ہر مسلمان کو لاعلمی اور جہالت سے محفوظ فرمائے (آمین)

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہماری دینی بہن ام عمیر سلفی کے علم واخلاص میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کو علم وحکمت کے وافر خزانے عطا فرمائے۔

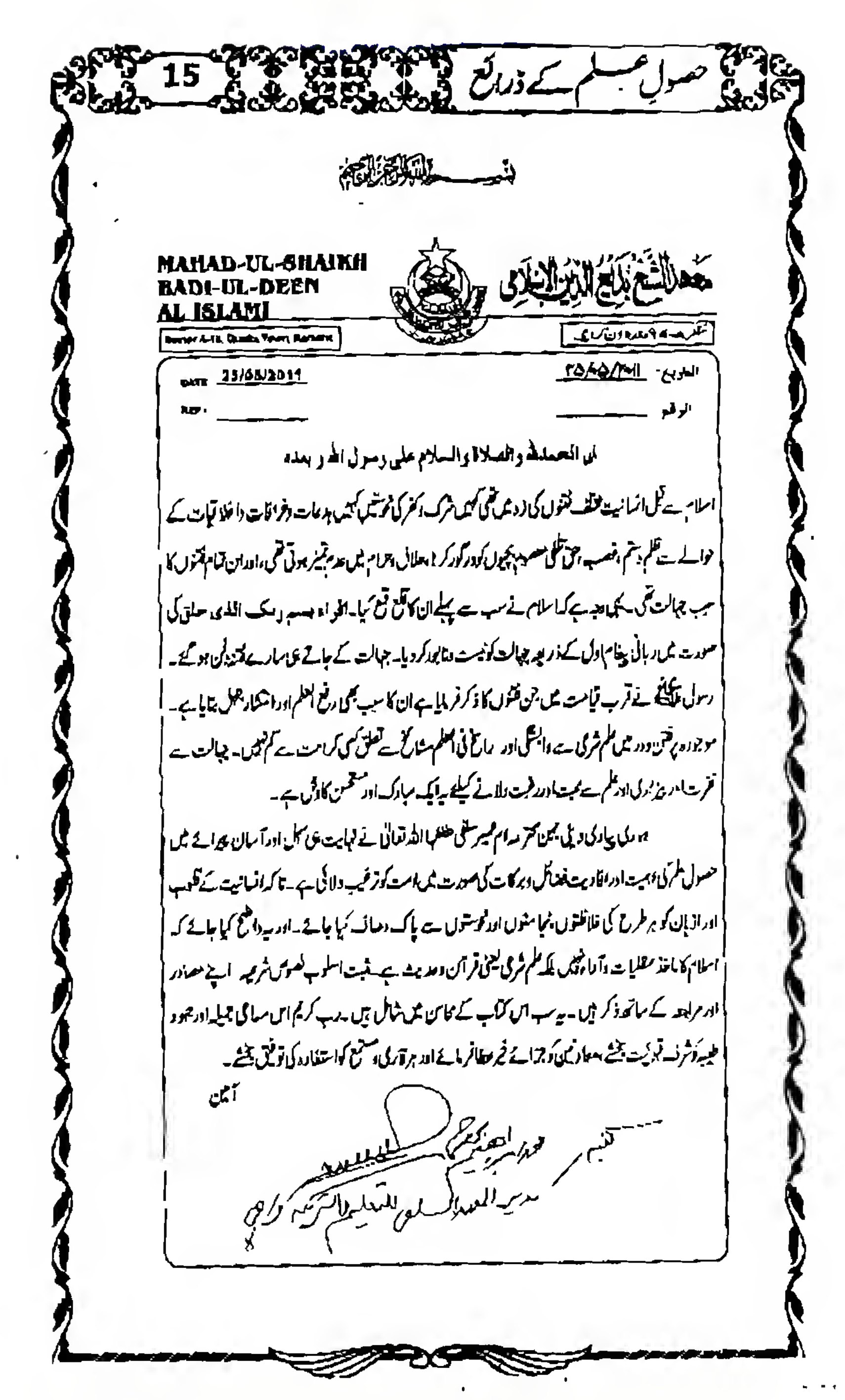
وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

خادم القرآن والسنۃ النبویۃ المطہرۃ علیہ ألف ألف تحیۃ وسلام

محمد افضل الاثری

مدیر المعہد الاسلامی کراچی ایڈمن سوسائٹی

ومکتبہ امام بخاری کورٹ روڈ کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

MAHAD-UL-SHAIKH
BADI-UL-DEEN
AL ISLAMI

معہد الشیخ بدیع الدین الاسلامی

DATE 25/05/2011 التاریخ ٢٥/٠٥/٢٠١١

REF: الرقم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد

اسلام سے قبل انسانیت مختلف فتنوں کی زد میں تھی کہیں شرک و کفر کی نحوست تھی کہیں بدعات و خرافات و اخلاقیات کے حوالے سے ظلم و ستم، غصب حق تلفی معصوم بچیوں کو در گور کرنا حلال و حرام میں عدم تمیز ہوتی تھی، اور ان تمام فتنوں کا سبب جہالت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے ان کا قلع قمع کیا۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق کی صورت میں ربانی پیغام اول کے ذریعہ جہالت کو نیست و نابود کر دیا۔ جہالت کے جاتے ہی سارے فتنے زائل ہو گئے۔ رسول ﷺ نے قرب قیامت میں جن فتنوں کا ذکر فرمایا ہے ان کا سبب بھی رفع العلم اور انتشار جہل بتایا ہے۔ موجودہ پرفتن دور میں علم شرعی سے وابستگی اور راسخ فی العلم مشائخ سے تعلق کسی کرامت سے کم نہیں۔ جہالت سے نفرت اور بیزاری اور علم سے محبت اور رغبت دلانے کیلئے یہ ایک مبارک اور مستحسن کاوش ہے۔

ہماری پیاری دینی بہن محترمہ ام عمیر سلفی حفظہا اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی سہل اور آسان پیرائے میں حصول علم کی اہمیت اور افادیت فضائل و برکات کی صورت میں امت کو ترغیب دلائی ہے۔ تاکہ انسانیت کے قلوب اور اذہان کو ہر طرح کی غلاظتوں نجاستوں اور نحوستوں سے پاک و صاف کیا جائے۔ اور یہ واضح کیا جائے کہ اسلام کا ماخذ معقولات و آراء نہیں بلکہ علم شرعی یعنی قرآن و حدیث ہے۔ مثبت اسلوب نصوص شرعیہ اپنے مصادر اور مراجع کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ یہ سب اس کتاب کے محاسن میں شامل ہیں۔ رب کریم اس مساعی جمیلہ اور جہود طیبہ کو شرف قبولیت بخشے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر قاری و مستمع کو استفادہ کی توفیق بخشے۔

آمین

کتبہ
محمد ابراہیم
مدیر المعہد السلفی للتعلیم والتربیۃ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

﴿الشیخ محمد سعید تائب صاحب حفظہ اللہ﴾

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمه البیان وجعلہ اشرف خلق بالعلم والعرفان وامرہ بطلب ما یجب علیہ من الیقین والبرھان والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان فی جمیع الوقوت والازمان علی من قال خیرکم من تعلم القرآن وعلی للہ وصحبہ ناشری علمہ للانس والجان وبعد۔

علم ایک عظیم دولت ہے اس کی فضیلت پر بہت ساری آیتیں دلالت کرتی ہیں اور بہت ساری صحیح روایتیں اس کے بلند مقام کو ظاہر کرتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولو الباب۔ اور فرمان نبوی ہے ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثو ادینارا ولا درھما وانما ورثو العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ خاص کر قرآن وحدیث کا علم جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے

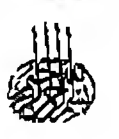
اور جس کے بغیر آخرت کی کامیابی وکامرانی ناممکن ہے اسی علم کی تبلیغ وتشویق کے سلسلے میں علماء اکرام نے مختلف ادوار میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں جو کہ بہت ہی اچھی اور مفید ہیں اس سلسلے کی ایک کوشش ہمارے فاضل دوست فضیلۃ الشیخ محمد احسن سلفی صاحب (ناظم شعبہ نشر واشاعت جامعۃ الاحسان الاسلامیہ) کی اھلیہ محترمہ ام عمیر سلفی کی شاھکار تصنیف حصول علم کے ذرائع کے نام سے ہے محترمہ مدرسہ خدیجۃ الکبری للبنات کی فاضلہ مدرسات میں شمار کی جاتی ہیں انہوں نے اس کتاب کی تدوین وترتیب میں کافی عرق ریزی کے ساتھ علم کے موضوع پر بہت زیادہ مواد جمع کیا ہے جو کہ ان کی علمی مہارت پر دال ہے اور طلباء وطالبات کے لیے بہت ہی اہم ہے اللہ تعالیٰ ان کو مزید خدمت کرنے کی توفیق دے اور ان کے علم میں برکت ڈالے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کی اس کاوش کو منظور ومقبول فرمائے اور ان کی اس کوشش کو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے اور ان کی تصنیف کو مفید عام وخاص بنائے۔ آمین

الشیخ محمد سعید تائب

(شیخ الحدیث)

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ





تبصرہ

﴿از حافظ محمد افضل ضیاء صاحب﴾

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیا والمرسلین امابعد۔

زیر نظر کتاب حصولِ علم کے ذرائع "علومِ اسلامیہ کے طلباء کے لئے بالخصوص دیگر علوم کے طلباء کے لئے بالعموم ایک ترغیب کا درس ہے ہمارے اسلاف نے کس طرح مصائب وآلام کا سامنا کیا لیکن حصولِ علم کے شوق میں کبھی کمی نہ آنے دی۔ دنیا اور اہل دنیا کی ہر طرح کی ترغیب وتحریص کا استقامت سے مقابلہ کیا۔ طلب علم کے جذبہ کو بیدار رکھا۔ جبکہ آج کل کے طالب علم اس باب میں کس قدر بے التفاتیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اور علماء سلف کے مقابلہ میں ان کی کوششوں کا ماحصل کتنی عبرتناکیوں کا مذمت آمیز مرقع ہے۔

کتاب میں بعض نہایت عمدہ واقعات درج کر کے سلف کے شوق علم اور ذوق تخلیق کا بڑا دلنشین نقشہ کھینچا ہے۔ اس دور میں جب کہ مطالعہ و کتب

بینی کا عام قحط ہے بالخصوص علمی و دینی کتب کا ذوق ختم ہوتا جا رہا ہے۔ نوجوان علماء باہمی جھگڑوں اور ملکی سیاست کے گورکھ دھندوں میں پھنستے جا رہے ہیں عموماً معلومات کا مدار سُنی سنائی باتوں پر ہوتا جا رہا ہے۔ ایک ایسے رسالے کی ضرورت تھی جو علماء اور طلباء میں ترغیب کا جذبہ ابھار سکے۔

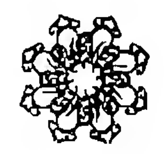
اس کتاب میں احترام اساتذہ، ذوق علم و مطالعہ، ذوق ضبط و حفظ، طلب علم میں مشقتیں، علم اور معاش اور اس طرح کے دوسرے مفید عنوانات پر علماء السلف کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

کتبہ۔ حافظ محمد افضل ضیاء

(مدیر)

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

الحمدﷲ الذی خلق الانسان وعلمه البیان وفضله علی الملائکة بالعلم والبیان والصلاة والسلام علی معلم الانسان وخیر الانام محمد ﷺ

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا اور اس کو جس بنیاد پر دیگر مخلوق پر فضیلت دی وہ علم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ علم ہی کے ذریعے آج انسان موجودہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور اس ترقی کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کا انسان کو عطا کردہ وہ علم ہے جو انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچایا زیر نظر کتاب حصولِ علم کے ذرائع بھی علم کے قدر دانوں کے لئے ایک تحفہ انمول ہے۔

کیونکہ!

مؤلف نے اس کتاب کے اندر علم کے حصول کے ذرائع کو عام فہم زبان

میں نہایت عمدگی کے ساتھ قلمبند کیا ہے اور خصوصاً جن لوگوں نے علم میں بلند مقام حاصل کیا ان کی محنتوں کا مختصراً احاطہ کیا ہے جس سے علم کے حصول میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔

مؤلفہ محترمہ اُمّ عمیر سلفی صاحبہ جن کا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہے جس طرح ادارہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات میں عرصہ دراز سے تربیتی و تدریسی خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور ادارے میں بہترین معلمہ کی حیثیت سے اپنی پہچان رکھتی ہیں اس طرح اس کتاب سے ان کی علمی قابلیت بھی نمایاں اور تدریس کی ساتھ ساتھ تالیف کا ذوق بھی ان کی علم دوستی کا ثبوت ہے۔

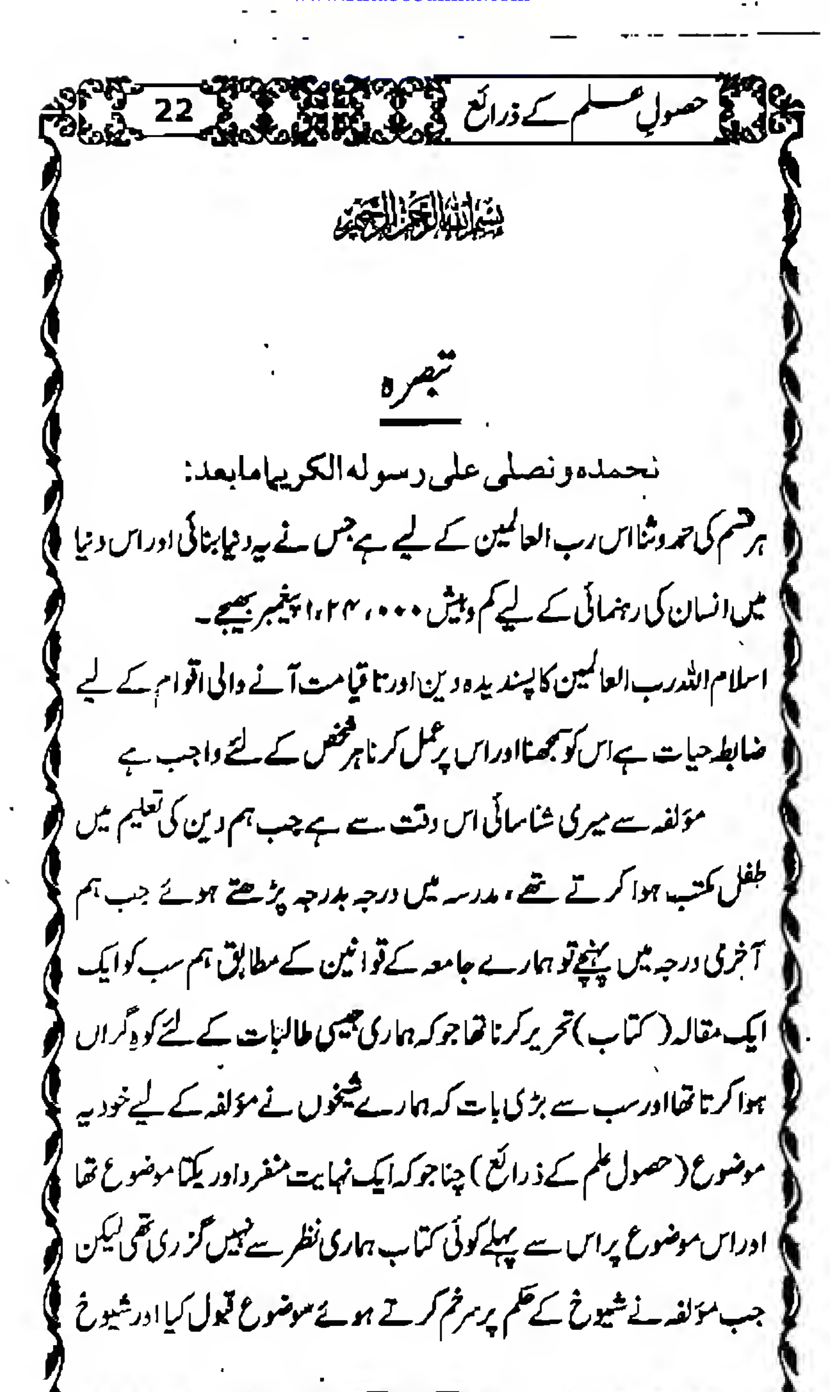
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور عام وخاص کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

شمیم بشیر احمد (رئیسہ)

مدرسہ خدیجۃ الکبری للبنات

منظور کالونی گجر چوک کراچی





بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

ہر قسم کی حمد وثنا اس رب العالمین کے لیے ہے جس نے یہ دنیا بنائی اور اس دنیا میں انسان کی رہنمائی کے لیے کم وبیش ۱،۲۴،۰۰۰ پیغمبر بھیجے۔

اسلام اللہ رب العالمین کا پسندیدہ دین اور تا قیامت آنے والی اقوام کے لیے ضابطہ حیات ہے اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر شخص کے لئے واجب ہے

مؤلفہ سے میری شناسائی اس وقت سے ہے جب ہم دین کی تعلیم میں طفل مکتب ہوا کرتے تھے، مدرسہ میں درجہ بدرجہ پڑھتے ہوئے جب ہم آخری درجہ میں پہنچے تو ہمارے جامعہ کے قوانین کے مطابق ہم سب کو ایک ایک مقالہ (کتاب) تحریر کرنا تھا جو کہ ہماری جیسی طالبات کے لئے کوہ گراں ہوا کرتا تھا اور سب سے بڑی بات کہ ہمارے شیخوں نے مؤلفہ کے لیے خود یہ موضوع (حصول علم کے ذرائع) چنا جو کہ ایک نہایت منفرد اور یکتا موضوع تھا اور اس موضوع پر اس سے پہلے کوئی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری تھی لیکن جب مؤلفہ نے شیوخ کے حکم پر سر خم کرتے ہوئے موضوع قبول کیا اور شیوخ

کی رہنمائی میں مقالہ تحریر کیا تو ہم سب حیران رہ گئے کہ اس کتاب میں انہوں نے کیا کیا گوہر نایاب اکٹھے کئے ہیں، مثلاً

حصول علم کب تک جاری رہے، کے عنوان میں انہوں نے امام عبدالبر کا قول نقل کیا۔ لا تزال عالما ما کنت متعلما فاذا استغنیت کنت جاھلا

جب تک تم علم حاصل کرتے رہو گے اس وقت تک صاحب علم رہو گے اور جب تم نے علم سے بے نیازی اختیار کی اس وقت جاہل ہو جاؤ گے۔

یہ ایک ہی قول آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے کہ ہم جو تھوڑے سے علم کو ہی کافی سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہمارے پاس حصول علم کے ذرائع موجود ہوتے ہیں۔

لہٰذا میں یہ کہوں گی کہ یہ کتاب مؤلفہ کی تالیف وتصنیف کے میدان میں اول کوشش تھی لیکن نہایت ہی بہترین باقی خامی سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مؤلفہ کی اس کوشش کو ان کے لئے ہمارے اساتذہ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

تحریر کندہ: ام محمد بنت محمد سلیم

معلمہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات

منظور کالونی کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلفہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: امابعد

تمام تعریفات اس اللہ رب العالمین کے لئے کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب دیکر اس دنیا میں خاص مقصد کے لئے بھیجا اور خصوصاً امت محمدیہ کو ایک عظیم الشان مقصد کے لئے پیدا فرمایا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ}

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے نکالی گئی ہو تا کہ تم اچھائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لہٰذا امت محمدیہ کہلانے کے حق دار ہم اسی وقت ہیں جب ہم اس فریضہ پر پورا اتریں گے کیونکہ معاشرے کی تمام تر فلاح و بہبود کا دارومدار اسی فریضہ پر ہے اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

اور میں نے حسب توفیق اسی مقصد کے پیش نظر اور اس عظیم الشان فریضہ پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

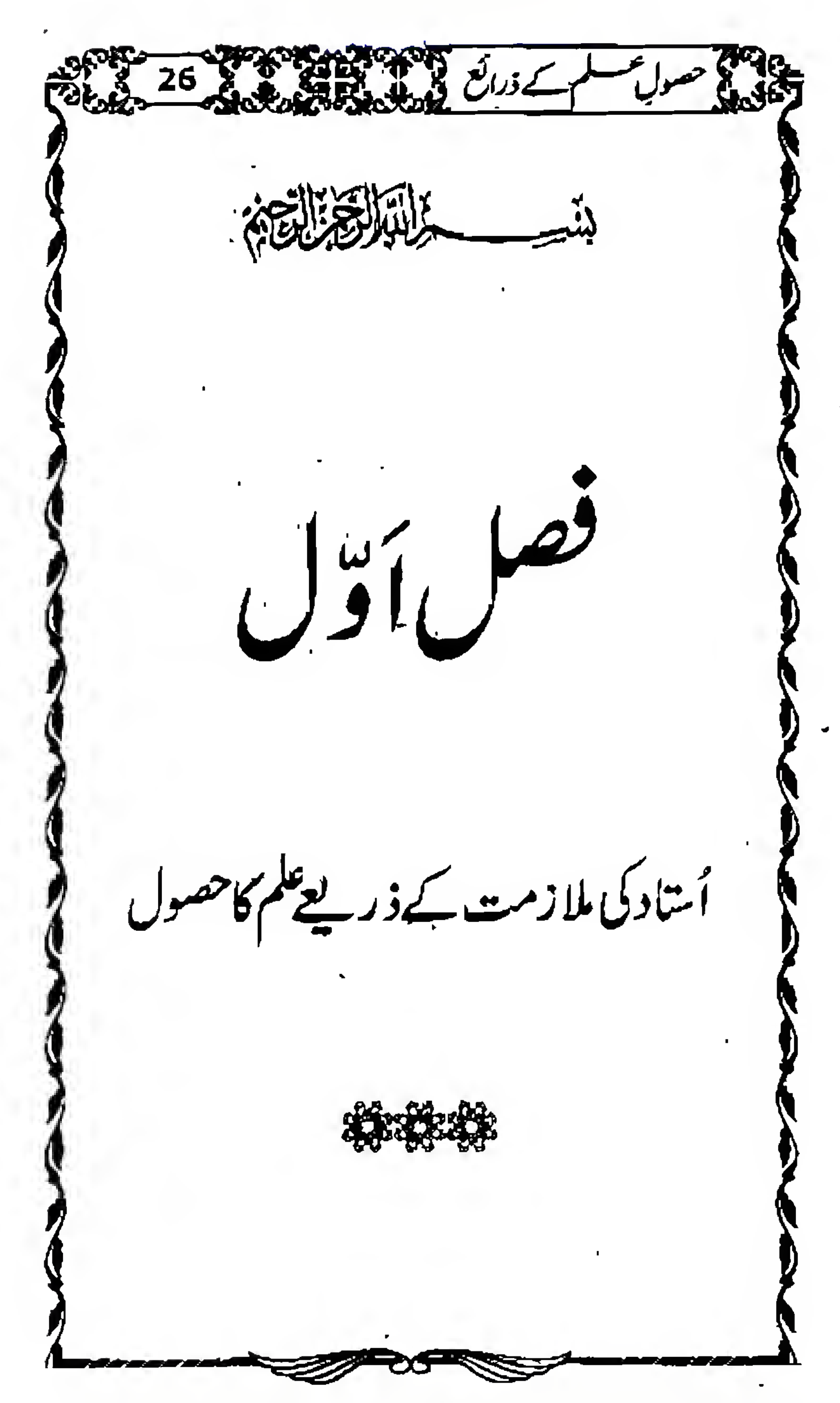
زیر نظر کتاب "حصول علم کے ذرائع" یہ میرا وہ مقالہ جو سند فراغت کے سال ہمارے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کی طرف سے طالبات کو مقالہ نویسی کا فن سکھانے کے لئے مخصوص موضوع دیا جاتا تھا اور اس کے لئے وقت اور صفحات متعین ہوتے ہیں کہ وقت مقرر تک اس موضوع پر مواد تیار کریں ایک کتاب کی صورت میں جس کے لئے الحمد اللہ ہمارے اساتذہ کرام ہمارے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرماتے اس وقت ۲۰۰۱ء میں تو اس مقابلہ کی حیثیت صرف اتنی تھی کہ چیک ہوگا اور نمبر ملیں گے لیکن آج اس مقابلہ کی حیثیت اگر بڑھائی ہے تو میرے معزز رفیق حیات مولانا محمد احسن سلفی حفظہ اللہ نے کہ اس کو ایک کتابی شکل دینے کے لئے اور میری محنت کو چار چاند لگانے کے لئے مزید محنت کروائی اور اضافہ کروایا اس کے لئے کتابیں اور دیگر ضروریات بھی فراہم کیں ورنہ یہ مقالہ بھی باقی مقالوں کی طرح کوئی اہمیت نہ پاتا اللہ ان کی اس نیکی کو قبول فرمائے اور ان کے لئے میرے اور میرے والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین ثم آمین)

یہ میرے والدین اور اساتذہ کرام کی تربیت اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے مجھے توفیق دی اور میں ان کے لئے صدقہ جاریہ بنی اللہ مجھے اپنے والدین کے لئے تاحیات صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین ثم آمین

العارضہ:

ام عمیر سلفی بنت مولانا عبد الغفار محمدی حفظہ اللہ

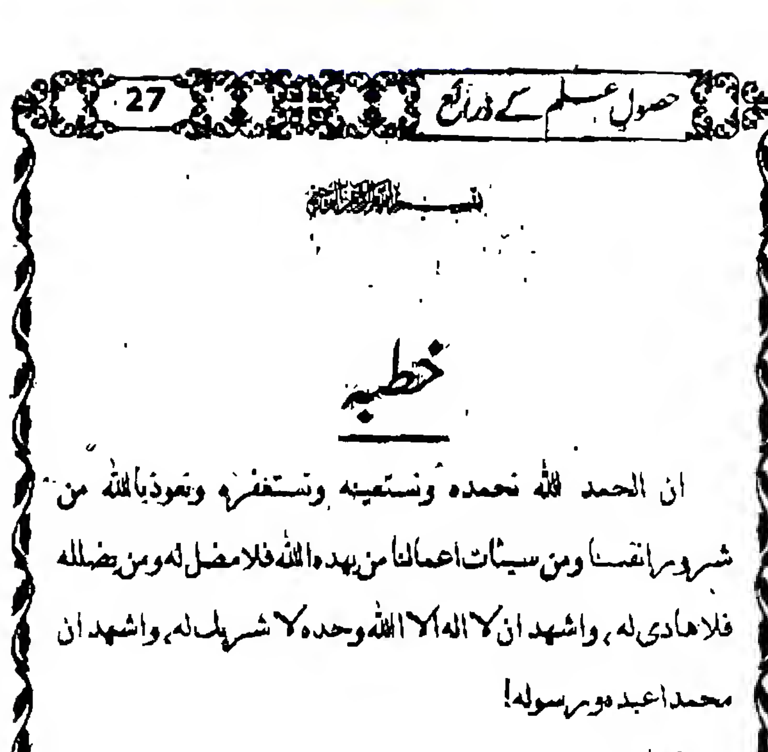
معلمہ مدرسہ خدیجۃ الکبری منظور کالونی گجر چوک کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اوّل

اُستاد کی ملازمت کے ذریعے علم کا حصول



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ!

اما بعد:

فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

{ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب}

(پ ۲۳ سورۃ زمر، رکوع ۱، آیت نمبر ۹)

{یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر}

(پ ۲۸ سورۃ مجادلہ رکوع ۲، آیت ۱۱)

سب تعریفیں اور حمد و ثناء خاص اللہ ہی کیلئے ہیں ہم خاص اس کی تعریف کرتے ہیں اور خاص اس سے مدد مانگتے ہیں اور خاص اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر ہمارا توکل و بھروسہ ہے اور ہم اپنی نفس کی شرارتوں سی اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اپنے برے عملوں کی برائی سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ پاک راہ ہدایت نصیب کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ خود ہی گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ پاک ہی اکیلا معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور سچے رسول ہیں حمد و ثناء کے بعد کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں بے شک نصیحت عقل والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا (دین کے عالم) اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی جو تم کرتے ہو خبر ہے۔

علم ایک صفت ہے جس کی بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فضیلت دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{خیر کم من تعلم القرآن وعلمه}

(المسلم: کتاب فضائل القرآن باب خیر کم من تعلم القرآن، ترمذی و بخاری)

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کے علم کو حاصل کرے پھر اس کو آگے پہنچائے بھی یعنی یہ علم ایسی صفت ہے جسکی وجہ سے انسان تمام لوگوں سے زیادہ خیر والا ہو جاتا ہے۔

علم سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رفع علم کے بارے میں فرمایا اس حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ قرب قیامت علم علماء کے اٹھائے جانے کے ساتھ اٹھا لیا جائے گا۔

یعنی جب علماء فوت ہونگے تو علم بھی کم ہوتا چلا جائے گا کیونکہ لوگ دنیا کی طرف زیادہ مائل ہونگے اور دینی علوم سے بے توجہی کریں گے اور جب تھوڑی تعداد میں علماء ہونگے اور پھر وہ بھی فوت ہو جائیں گے تو علم ختم ہو جائے گا اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پرفتن دور کے اندر جہاں ہر طرح کے فتنے سر اٹھائے کھڑے ہیں مسلمانوں کی رہنمائی ''حصول علم کے

ذرائع" کی طرف کی جائے اور علم دین کی اہمیت کو واضح کیا جائے۔

دین کا علم اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ لوگوں نے حصول علم کے لئے سینکڑوں میل کی مسافت طے کی جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ بات پہنچی کہ ان سے زیادہ علم والا بھی موجود ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے کے باوجود انہوں نے سفر کیا۔

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی اہمیت دی اور قرآن میں اسے بیان کیا سورۃ کہف میں فرمایا:

{وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا} (سورۃ کہف رکوع ۹ آیت ۶۰/۴۰)

جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں تو نہیں ٹھہروں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو دریا ملے ہوئے ہیں یا پھر برسوں چلتا ہی رہوں گا۔

پھر نبی ہو کر حصول علم میں شرم محسوس نہ کی بلکہ کہتے ہیں:

{ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا}

(سورۃ کہف رکوع ۹ آیت ۶۶/۴۴)

کیا میں تیری پیروی کر سکتا ہوں اس شرط پر کہ جو تجھے بھلائی کا علم سکھایا گیا ہے وہ تو مجھے سکھا دے، اس سے پتا چلتا ہے کہ علم حاصل کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس مقالے کے اندر میں نے کوشش کی ہے کہ علم کی

فضیلت کے ساتھ ساتھ ان ذرائع کو بھی بیان کیا جائے جن سے علم کا حصول ممکن ہے تا کہ جہاں بھی کسی کو یہ ذریعہ میسر آئے وہ اس سے ضرور مستفید ہو خصوصاً وہ طلباء وطالبات جو دینی علوم حاصل کر رہے ہیں اور مختصراً ان اسباب کی وضاحت کرنے کی کوشش بھی کی جو ایک دین کے عالم یا اس کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے انتہائی نقصان وہ ہیں جس میں سے ایک تقلید بھی ہے کہ حصول علم کے بعد صرف اپنے علم پر اکتفا کرنا یا اپنے شیخ یا اپنے مسلک یا اپنے خیال کے مطابق بات کو صحیح سمجھنا اور باقی تمام کو نظرانداز کرنا یہ ایک طالب علم کے لئے انتہائی نقصان وہ بلکہ جہالت اور گمراہی ہے۔

بغیر سوچے سمجھے کسی کے پیچھے چلنے میں علم و ہدایت اور منزلت کے بجائے تباہی و بربادی ہی سے واسطہ پڑتا ہے جبکہ علم تو انسان کو تباہی و بربادی سے بچاتا ہے، علم و عرفان سے ناآشنائی کی وجہ سے بھی انسان ذہنی اقتصادی اور مذہبی پستیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے آج یہی وجہ ہے کہ حاملین علم کے جھوٹے دعوے دار بہت سے مولویوں نے لوگوں کو علم کے راستہ سے روک کر اسی تقلیدی جہالت پر مجبور کر دیا علم کا چمن علم کی بارش سے محروم ہو کر بھوسا ہو گیا۔

ـــــ ایک ہی الو کافی تھا برباد گلستان کرنے کو
ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا

علم کی فضیلت

{ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم

درجات واللہ بما تعملون خبیر

(پ ۲۸ سورۃ مجادلہ رکوع ۲، آیت ۱۱)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا ہے (دین کے عالم) اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی جو تم کرتے ہو خبر ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے راہ چلتا ہے اللہ اس کے سبب سے اس کو بہشت کی راہ چلاتا ہے اور طالب علم کی خوشی کے لئے فرشتے اس کے روبرو اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے بخشش چاہتے ہیں جو آسمان اور زمین میں رہنے والے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں:

اور عابد کے اوپر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودہویں رات کے چاند کی بزرگی تمام تاروں پر ہے۔

(ابو داود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم حدیث نمبر ۳۶۴۱:

مشکوۃ ص ۳۴ کتاب العلم)

حضرت ابو ہارون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ابو سعید رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے (علم حدیث کے لئے) وہ فرماتے تھے مرحبا تم کو موافق وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی اپنے اصحاب سے کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور مرد آئیں گے تمہارے پاس زمین کے کناروں سے سمجھ حاصل کرنے کو دین کی پھر جب وہ تمہارے پاس آئیں پس طلب کرو ان کے لئے خیر کو یعنی ان کو نصیحت و وعظ کرو اور شیریں زبان سے ان کی دل جوئی کرو کہ وہ طالب دین ہیں۔

(جامع ترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم:

مشکوۃ ص ۳۴)

جیسا کہ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

رضینا بقسمة الجبار فینا　　　لنا علم وللجهال مال

ہم راضی ہیں جبار کی تقسیم سے جو ہم میں ہے

ہمارے لئے علم اور جاہلوں کے لئے مال



علم کی فرضیت

اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم

(سورۃ علق پارہ ۳۰)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا ہے انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا رب بڑے ہی کرم والا ہے جس نے علم دیا قلم کے ذریعے۔ انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔

{طلب العلم فریضة علی کل مسلم}

(ابن ماجہ کتاب الایمان باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

اسلام میں معاشرہ کی اصلاح تہذیب وتمدن کے احیاء عظمت انقلاب انسانی کے لئے علم کو بنیاد قرار دیا گیا ہے:

اسی لئے قرآن کی ابتداء وحی (اقرأ) سے ہوئی ہے جس سے علم کی اہمیت وفرضیت واضح ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی فضیلت وفرضیت کے متعلق فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان

مرد وعورت پر فرض ہے۔

اسلام نے حصول علم کے لئے مرد وعورت کی تفریق نہیں رکھی بلکہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی دینی علوم وحکمت کی تعلیم فرض قرار دی ہے۔

کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو معاشرہ کے تمام طبقات کا احاطہ کرتا ہے معاشرہ میں اسلام نے اصلاح وتربیت کا پہلا زینہ ماں کی گود کو قرار دیا جو کہ پہلی علمی درسگاہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرو ماں کی گو سے قبر کی آغوش تک۔

علم کی افادیت

اصل بات یہ ہے کہ علم جاننے کو کہتے ہیں تو علم کا فائدہ اس وقت ہوگا کہ جو ہم پڑھیں اس پر غور وفکر بھی کریں کہ جو پڑھ رہے ہیں اس کا کیا مطلب ہے اور اس میں ہمیں اللہ کیا حکم دینا چاہتا ہے!

ایسا نہ ہو کہ پڑھنے کے باوجود بھی ان پڑھ رہیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص سادہ قرآن پڑھے اب وہ کہے کہ میں نے قرآن کو سیکھ لیا اب میں قرآن کا عالم ہوں لیکن اس کے باوجود اسے پتا ہی نہیں کہ جو اس نے قرآن پڑھا ہے اس میں اسے اس کے رب نے کیا حکم دیا

ہے اور کس چیز سے روکا ہے۔

اب وہ یہ آیت تو پڑھتا ہے:

{إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ

(پ ۲ البقرہ رکوع ۲۱، آیت ۱۷۳)

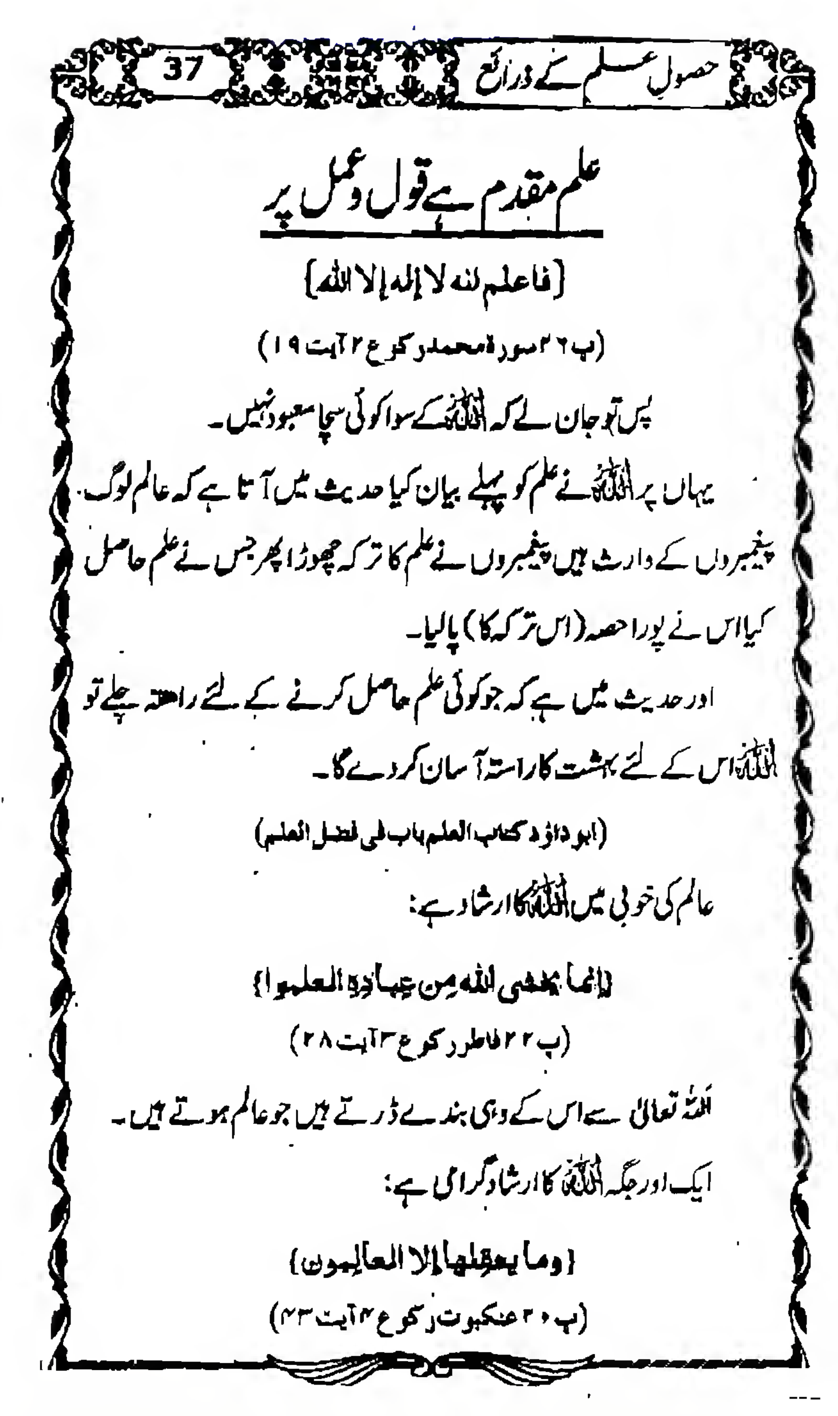
سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار کو اور (بہتے) خون کو اور سور کے گوشت کو اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

ایسے شخص کو سادہ قرآن پڑھنے نے کیا فائدہ دیا کہ مذکورہ بالا آیت تو صبح صبح پڑھی اور دوپہر کے وقت ایک بکرہ لے کر بقصد تقریب کسی پیر یا داتا صاحب کی قبر پر جا کر نذر چڑھائی قرآن نے تو نذر غیر اللہ کو خنزیر کی مانند حرام کیا تھا۔ لیکن صرف سادہ ناظرہ قرآن پڑھا ہوا مسلمان بکرا غیر اللہ کی نذر کر کے ایک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔

لہٰذا علم حاصل کرنے کے لیے شمع کی طرح پگھلنا پڑے گا تب ہی علم صحیح معنوں میں حاصل ہوگا اور فائدہ بھی ہوگا اور قرآن کے علم کا فائدہ ہمیں اس وقت ہوگا جب ہم اس کے معنی و مفہوم اور حدیث سے اس کی تفسیر کا بھی علم حاصل کریں گے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ع چوں شمع از پے علم باید گداخت

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت



علم مقدم ہے قول و عمل پر

{فاعلم انه لا إله إلا الله}

(پ ۲۶ سورۃ محمد رکوع ۲ آیت ۱۹)

پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

یہاں پر اللہ نے علم کو پہلے بیان کیا حدیث میں آتا ہے کہ عالم لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں پیغمبروں نے علم کا ترکہ چھوڑا پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ (اس ترکہ کا) پالیا۔

اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی علم حاصل کرنے کے لئے راستہ چلے تو اللہ اس کے لئے بہشت کا راستہ آسان کردے گا۔

(ابو داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم)

عالم کی خوبی میں اللہ کا ارشاد ہے:

{إنما یخشی الله من عبادہ العلموا}

(پ ۲۲ فاطر رکوع ۳ آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہوتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

{وما یعقلها إلا العالمون}

(پ ۲۰ عنکبوت رکوع ۴ آیت ۴۳)

اور نہیں سمجھتے ان (نشانیوں) کو مگر عالم لوگ۔

اسی طرح قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد پاک ہوتا ہے:

{وقالوا لو كنا نسمع او نعقل ما كنا في اصحاب السعير}

(پ ۲۹ الملک رکوع ۱ آیت ۱۰)

اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے تو آج ہم جلنے والے نہ ہوتے۔

اللہ کا ارشاد:

{هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون}

(پ ۲۳ زمر رکوع ۱ آیت ۹)

کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم سیکھنے سے ہی آتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم تلوار یہاں رکھ دو (یعنی) اشارہ کیا اپنی گردن کی طرف اس وقت میں سمجھوں کہ (میری گردن مارنے سے پہلے) میں ایک بات سنا سکتا ہوں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو البتہ میں اس کو (ضرور) سنا دوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاضر کو چاہئے کہ غائب کو (میرا کلام) پہنچا دے اور ابن عباس نے کہا تم ربانی بن جاؤ یعنی حلیم، بردبار، عالم، سمجھدار اور بعضوں نے کہا ربانی وہ ہے جو

لوگوں کو بڑی باتیں سکھانے سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتیں دین کی ان کو سکھا کر تربیت کرے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل)

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے اندر کتاب العلم میں باب باندھا ہے کہ علم مقدم ہے قول وعمل پر:

یعنی قول وعمل سے پہلے علم ہے کسی کا قول وعمل اسی وقت صحیح ہوگا جب اس کے بارے میں اسے علم ہوگا اگر اس کے بارے میں اسے علم ہی نہیں تو اسے کیسے معلوم ہوگا کہ اس کا عمل اور اسکا قول بالکل صحیح ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے علم ہے اور اس کے بعد کوئی عمل اور قول ہے۔

جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

{فاعلم انه لا إله إلا الله}

یعنی جب تک علم نہیں تو بندہ توحید کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بھی سب سے پہلے علم سکھایا اور اس کی وجہ سے فرشتوں پر ترجیح دی گئی۔

اللہ نے سب سے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی تو وہاں سب سے پہلے علم سکھانے کا تذکرہ کیا۔

{الذی علم بالقلم ٥ علم الإنسان ما لم یعلم}



(علق پارہ ۳۰ آیت نمبر ۴،۵)

وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا وہ علم سکھایا جو انسان جانتا ہی نہ تھا۔

مسلمان کیلئے کس علم میں مہارت رکھنا ضروری ہے

مسلمان کو سب سے پہلے کتاب اللہ کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر میں مہارت رکھنی چاہئے پھر علوم حدیث سیرت نبوی اور صحابہ و تابعین کے حالات سے واقفیت رکھنی چاہئے اور فقہ میں بھی اتنی معلومات رکھنی چاہئے جتنی عبادات و معاملات کی ادائیگی اور مضبوط بنیاد پر دین کے احکام جاننے کے لئے ضروری ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جب مسلمان علوم شریعت کے علاوہ کسی دوسرے علم میں اختصاص رکھتا ہے۔

لیکن جب وہ علوم شریعت میں سے کسی علم میں ماہر ہو تو ضروری ہے کہ اس میں پوری طرح مہارت رکھے اس کی باریکیوں اور جزئیات سے بھی واقف ہو۔

حقیقی تحصیل علم یہ نہیں کہ تم ایک اعلیٰ قسم کی ڈگری حاصل کر لو جس سے کشادہ آمدنی کا ذریعہ حاصل ہو جائے اور خوش حال زندگی گزار سکو۔

بلکہ مسلمان کو پورے اخلاص، پوری جدوجہد اور عمل پیہم سے دعوت کی

نمائندگی کرنی چاہیے اور اپنے اندر وہ روح اور جذبہ پیدا کرے جس کی اسلام نے علم کے ماحول میں اشاعت کی ہے۔

اسلام نے شرعی علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہے اور اس علم کے ذریعے بندہ اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے اور اس علم کو اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

جس طرح کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے سلف صالح اپنی تالیف کے مقدموں میں انہیں بلند معانی کو تحریر کرتے تھے کہ انہوں نے جن علوم کی نشر و اشاعت میں اپنی زندگیاں صرف کی ہیں ان سے وہ صرف اللہ کی رضا جوئی چاہتے تھے اور اپنے نتائج فکر کو خالص اللہ کی رضا کے لئے پیش کرتے تھے۔

اس کے علاوہ مسلمان کو علم و معرفت کی قسموں میں سے ہر قسم کے بارے میں تھوڑی بہت واقفیت رکھنی چاہیے جس سے وہ اپنے ذہن کو نشیط اور چاق و چوبند رکھ سکے اپنی علمی افق کو وسعت دیتا رہے اور عقلی صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکے۔

اللہ نے جس علم کو عزت اور شرف عطا کیا ہے وہ صرف اور صرف دین اور شریعت (قرآن وحدیث) کا علم ہے۔

جس طرح کہ اللہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

{ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون إنما یتذکر اولوا الالباب}

(زمر رکوع ا آیت ۹)

کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ (یقیناً نہیں) نصیحت تو صرف عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

{إنما یخشی اللہ من عبادہ العلموا}

(فاطر رکوع ۳ آیت ۲۸)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ یعنی اللہ سے (جتنا ڈرنے کا حق ہے) صرف وہی لوگ ڈرتے ہیں جن کی فکر روشن ہے اور جن کے سامنے دنیا زندگی اور مخلوق کے بارے میں اللہ کی قدرت اور عظمت واضح ہو گئی ہے اور وہ اصحاب علم ہیں پھر انہیں علم نہ رکھنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

علم حاصل کرنے پر مسلمان کی حوصلہ افزائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء کی شان اور انکا مرتبہ بلند کیا ہے۔

اور انہیں اپنی خشیت اور تقویٰ میں خاص کیا ہے اور تمام لوگوں کے مقابلہ میں عزت وشرف کو انہیں لوگوں میں محدود کیا ہے۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

{یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر}

(مجادلہ رکوع ۲ آیت ۱۱)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جس کو علم ملا ہے۔(دین کے عالم) اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی جو تم کرتے ہو خبر ہے یعنی اللہ نے یہ عظمت اور شرف صرف اور صرف دین اور شریعت کے عالم کو عطاء کی ہے یہ عظمت اور شرف علم نہ رکھنے والوں کو نہیں عطاء کی۔

اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

{طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم}

(ابن ماجہ کتاب الایمان باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

اس فریضہ سے جو اللہ نے تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے وہ صرف اور صرف دین کا علم ہے جس کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کو حکم دیا۔

{قل رب زدنی علما}

(پ ۱۶ طہ رکوع ۶ آیت ۱۱۴)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (دعائیں) کہو اے میرے رب مجھے علم میں زیادہ کر۔

جیسا کہ صاحب فتح الباری نے لکھا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو علم کے علاوہ کسی اور چیز میں زیادتی طلب کرنے کی نصیحت نہیں فرمائی۔

احادیث میں اس علم کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے جس طرح کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد نبوی میں تھے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں علم حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

{مرحبا بطالب العلم ان طالب العلم لتحفه الملائكة باجنحتها ثم يركب بعضهم بعضا حتى يبلغوا السماء الدنيا من محبتهم لما يطلب}

علم حاصل کرنے والے کو خوش آمدید بے شک علم حاصل کرنے والے کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ پھر بعض بعض پر سوار ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ دنیا والے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ صرف اس لئے

کرتے ہیں کہ فرشتوں کو اس شخص کی مطلوب (علم) سے محبت ہے۔

(رواہ احمد و ابن ماجہ)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن و حدیث کے علم کو ترجیح دیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ترجیح و عظمت اور شرف عطاء کیا ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن

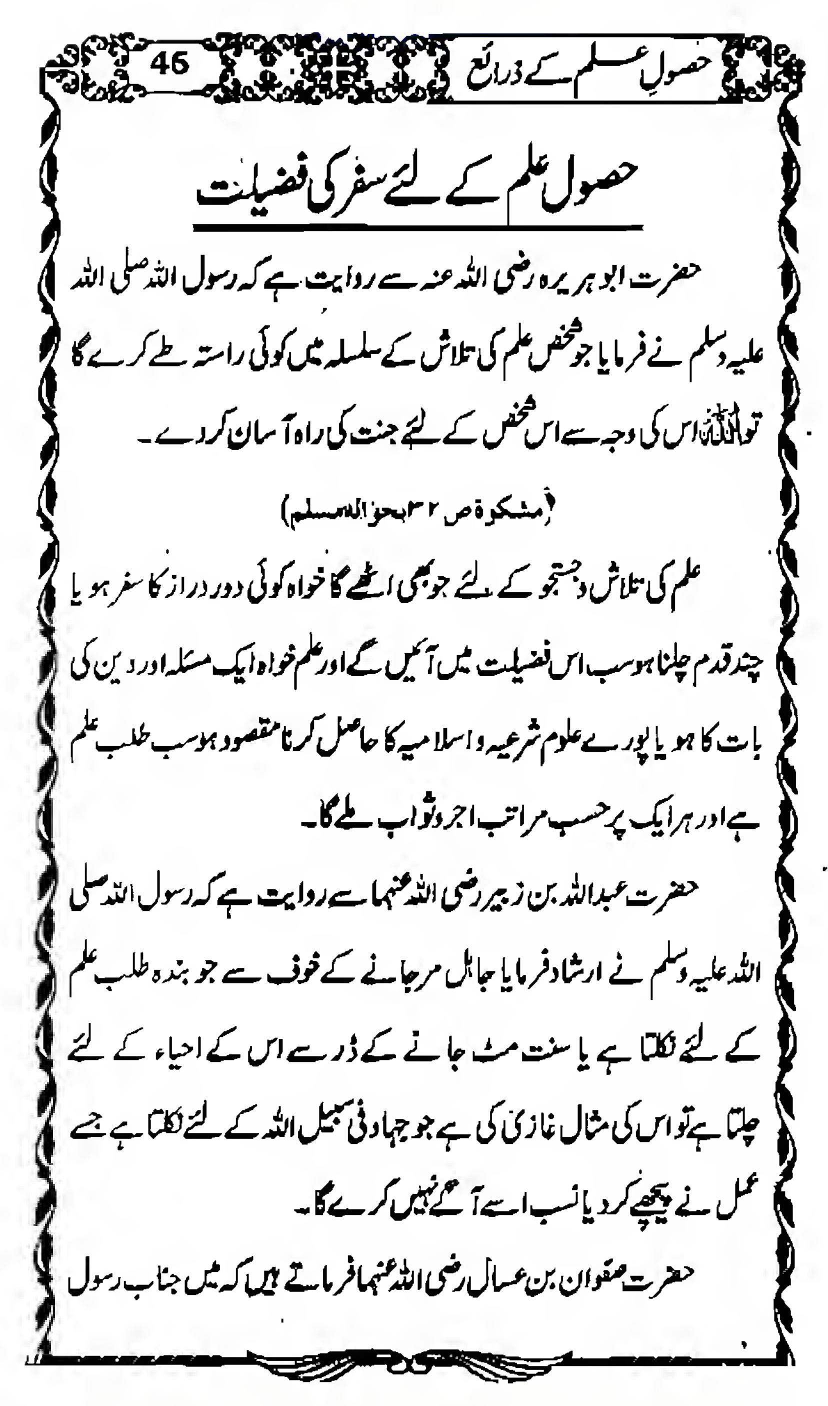
حصول علم کے لئے سفر

علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا بقدر ضرورت دین فرض عین ہے اور زائد از ضرورت فرض کفایہ ہونا معلوم و معروف ہے۔

بقدر ضرورت علم کے لئے سفر کرنا ہو تو چاہے کتنی دور دراز کا سفر کرنا پڑے تو کرنا فرض ہے جس طرح کہ صحابہ کرام اور ائمہ کرام صرف ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں اور سالوں کا سفر کرتے جس سے علم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

جیسا کہ بخاری میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کے لئے ایک مہینے کا سفر کیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الخروج فی طلب العلم)



حصول علم کے لئے سفر کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش کے سلسلہ میں کوئی راستہ طے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص کے لئے جنت کی راہ آسان کر دے۔

(مشکوۃ ص ۳۲ بحوالہ مسلم)

علم کی تلاش و جستجو کے لئے جو بھی اٹھے گا خواہ کوئی دور دراز کا سفر ہو یا چند قدم چلنا ہو سب اس فضیلت میں آئیں گے اور علم خواہ ایک مسئلہ اور دین کی بات کا ہو یا پورے علوم شرعیہ و اسلامیہ کا حاصل کرنا مقصود ہو سب طلب علم ہے اور ہر ایک پر حسب مراتب اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاہل مر جانے کے خوف سے جو بندہ طلب علم کے لئے نکلتا ہے یا سنت مٹ جانے کے ڈر سے اس کے احیاء کے لئے چلتا ہے تو اس کی مثال غازی کی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلتا ہے جسے عمل نے پیچھے کر دیا نسب اسے آگے نہیں کرے گا۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں اپنی سرخ چادر پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہوں فرمایا طلبگار علم کے لئے مبارک ہو طالب علم کو فرشتے اپنے پروں کے اندر لے لیتے ہیں اور پھر اس کثرت سے آ کر اوپر تلے جمع ہو جاتے ہیں کہ آسمان تک ان کا سلسلہ پہنچ جاتا ہے اور یہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ فرشتوں کو اس شخص کے مطلوب (علم) سے محبت ہے۔

(ابن ماجہ وابن حبان)

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (موسیٰ کا واقعہ) سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہو موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں (مجھ سے زیادہ علم والا کوئی نہیں) پھر اللہ نے ان کو وحی بھیجی تم سے زیادہ علم ہمارے ایک بندے کو ہے جس کا نام خضر علیہ السلام ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے ملنے کا راستہ چاہا اللہ نے ایک مچھلی کو

ان کے لئے نشانی بنا دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ جب مچھلی کھو جائے تو تب تو اس بندے کو ملے گا موسیٰ علیہ السلام اس مچھلی کے نشان پر سمندر کے کنارے جا رہے تھے موسیٰ علیہ السلام کے خادم یوشع نے ان سے کہا تم نے دیکھا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو مچھلی کا قصہ کہنا میں بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھ کو بھلا دیا میں اس کا ذکر نہ کر سکا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا تو یہی مقصد تھا جس کی تلاش میں تھے آخر دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے پھر دونوں نے خضر کو پالیا پھر وہی حال گزرا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الخروج فی طلب العلم حدیث نمبر ۷۸)

اللہ نے اپنی کتاب میں سورۃ الکھف کی آیت ۶۰ سے ۸۲ تک بیان فرمایا:

خضر علیہ السلام کو پالینے کے بعد

{قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا}

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کی پیروی کر سکتا ہوں کہ جو آپ کو علم دیا گیا ہے بھلائی کا وہ مجھ کو سکھاؤ خضر نے کہا تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتا جس چیز پر تجھ کو پوری خبر نہ ہو اس پر تو کیسے صبر کر سکتا ہے۔

موسیٰ نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والا پائیں

گے اور میں آپ کی کسی حکم میں نافرمانی نہ کروں گا۔

خضر علیہ السلام نے کہا اگر تو میری پیروی کرنا چاہتا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود بیان کردوں اس کا ذکر۔

پس دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو توڑا موسیٰ نے کہا کیا اس لئے اسکو توڑا ہے کہ اس کے اہل غرق ہو جائیں البتہ تحقیق تو بھاری چیز لایا ہے۔

خضر علیہ السلام نے کہا میں نے کیا نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو نے ایک معصوم جان کو مار ڈالا علاوہ کسی جان کے بدلے البتہ تحقیق تو نے بڑا خراب کام کیا۔

خضر علیہ السلام نے کہا میں نے کیا نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر اب میں اس کے بعد کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو تم مجھ کو اپنی صحبت میں نہ رکھنا تحقیق تو میری طرف سے پہنچا ہے عذر کو۔

کچھ آگے چلے اور کسی بستی میں پہنچ کر اس کے اھل سے کھانا طلب کیا پس انہوں نے انکار کر دیا خضر علیہ السلام نے ایک دیوار کو پایا جو ٹوٹنے والی یا

گرنے والی تھی اس کو توڑ کر دوبارہ صحیح کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر چاہتا تو اس کی مزدوری لے لیتا۔

خضر علیہ السلام نے کہا یہ ہے میرے اور تیرے درمیان فراق (جدائیگی) عنقریب میں اس کی حقیقت کی خبر دوں گا۔ کشتی جو تھی وہ مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے میں نے اس میں عیب ڈالنے کا ارادہ اس لئے کیا کیونکہ آگے ایک بادشاہ ہے جو ہر کشتی کو چھین لیتا ہے اور جو لڑکا تھا (اس کو میں نے اس لئے قتل کیا) کیونکہ اس کے والدین مؤمن تھے اور مجھے ڈر ہوا کہ یہ ان کو سرکشی اور کفر میں گرفتار نہ کر دے اور ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب انہیں اس سے بہتر پاکیزگی والا اور مہربانی والا دے۔ اور جو دیوار تھی وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی کہ اس کے نیچے خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ نیک بخت تھا ارادہ کیا تیرے رب نے یہ کہ وہ دونوں جوان ہو کر خود اپنا خزانہ نکالیں یہ تیرے مالک کی مہربانی تھی ان پر یہ ہے حقیقت اس چیز کی جس پر تو صبر نہ کر سکا۔

کوئی مسئلہ پیش آئے تو سفر کرنا

عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے ابو اھاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں نے تو عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ

پلایا ہے۔ عقبہ نے کہا میں تو نہیں سمجھتا کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہے نہ تو نے مجھ سے کبھی اس کے بارے میں بیان کیا پھر عقبہ سوار ہو کر (اپنے ملک سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیف وقد قیل؟

کیونکر (تو اس عورت سے صحبت کرے گا) جب ایسی بات کہی گئی ہے (کہ وہ تیری بہن ہے) آخر عقبہ نے اس کو چھوڑ دیا اور پھر دوسری (لڑکی یا عورت) سے نکاح کیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلة فی المسالة النازلة حدیث ۸۸)

علم ودانائی میں رشک کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دو آدمیوں کی) خصلتوں پر کوئی رشک کرے تو ہو سکتا ہے (جائز ہے حسد نہیں) ایک اس پر جس کو اللہ نے مال دولت دی وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

دوسرا جس کو اللہ نے قرآن وحدیث کا علم دیا ہو وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ حدیث نمبر ۷۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تم بزرگ بننے سے پہلے دین کا علم حاصل کرلو۔

امام بخاری نے کہا:

بزرگ بننے کے بعد بھی علم حاصل کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہے۔

(صحیح بخاری)

سوالات کے ذریعے علم کا حصول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کو بہتر طور پر ذہن نشین کرانے کے لئے کبھی تبادلہ خیال کے طور کو اختیار فرماتے کبھی سوال و جواب کے انداز پر گفتگو کرتے۔ اس سے کئی فائدے حاصل ہوتے تمام صحابہ کرام پوری طرح متوجہ رہتے وہ گفتگو میں دلچسپی لیتے انہیں غور و فکر کا موقعہ ملتا جس کی وجہ سے ان کی صلاحیت نکھرتی اس طرح سوال و جواب کے ذریعے حقائق کو بہت ہلکے پھلکے انداز میں ذہنوں میں بٹھا دیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال و جواب کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فکر و عمل کو کس طرح جلا بخشتے تھے اس کی چند مثالیں یہاں پر درج کی جارہی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

شاگرد کا سوال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ اکیلا نہ رہے۔

ایک آدمی نے اُٹھ کر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے اور میں نے فلاں غزوہ میں نام لکھوا دیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جا کر اپنی بیوی کے ساتھ حج ادا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب لا یخلون رجل بامراۃ الا ذو محرم حدیث نمبر ۵۲۳۳)

استاد کا سوال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں اور مسلمانوں کی وہی مثال ہے تم لوگ مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟

یہ سن کر صحابہ کرام جنگل کے درختوں میں پڑ گئے (وہ درختوں کے بارے میں سوچنے لگ گئے) عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (مجھ سے بڑے وہاں موجود تھے جس کی وجہ سے)

مجھے شرم آئی۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بتا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب طرح الامام المسالۃ علی اصحابہ لیختبر ماعندھم من العلم حدیث نمبر ۶۰)

حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اسی رات کو بارش ہوئی تھی نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس صبح میرا کوئی بندہ مجھ پر ایمان لانے والا بن گیا اور کوئی کفر کرنے والا بن گیا۔

جس نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ملی ہے وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا بنا اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والا بنا اور جس نے کہا ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ملی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا بنا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا بنا۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم حدیث نمبر ۸۰۴)

حصول علم کے لئے جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بیٹھے ہوئے) تھے اتنے میں تین آدمی (باہر سے) آئے، دو تو ان میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے کو) اور ایک چل دیا۔

ابو واقد رضی اللہ علیہ نے کہا پھر وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ٹھہرے ان میں سے ایک نے حلقہ میں تھوڑی سے جگہ خالی دیکھی وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تینوں آدمیوں کا حال نہ بتاؤں۔

ان میں سے ایک نے تو اللہ کی پناہ لی اللہ نے اس کو جگہ دی اور دوسرے نے (اندر گھسنے میں لوگوں سے) شرم کی اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتهي به المجلس ومن رأى فرجة في الحلقة فجلس فيها حدیث نمبر ٦٦)

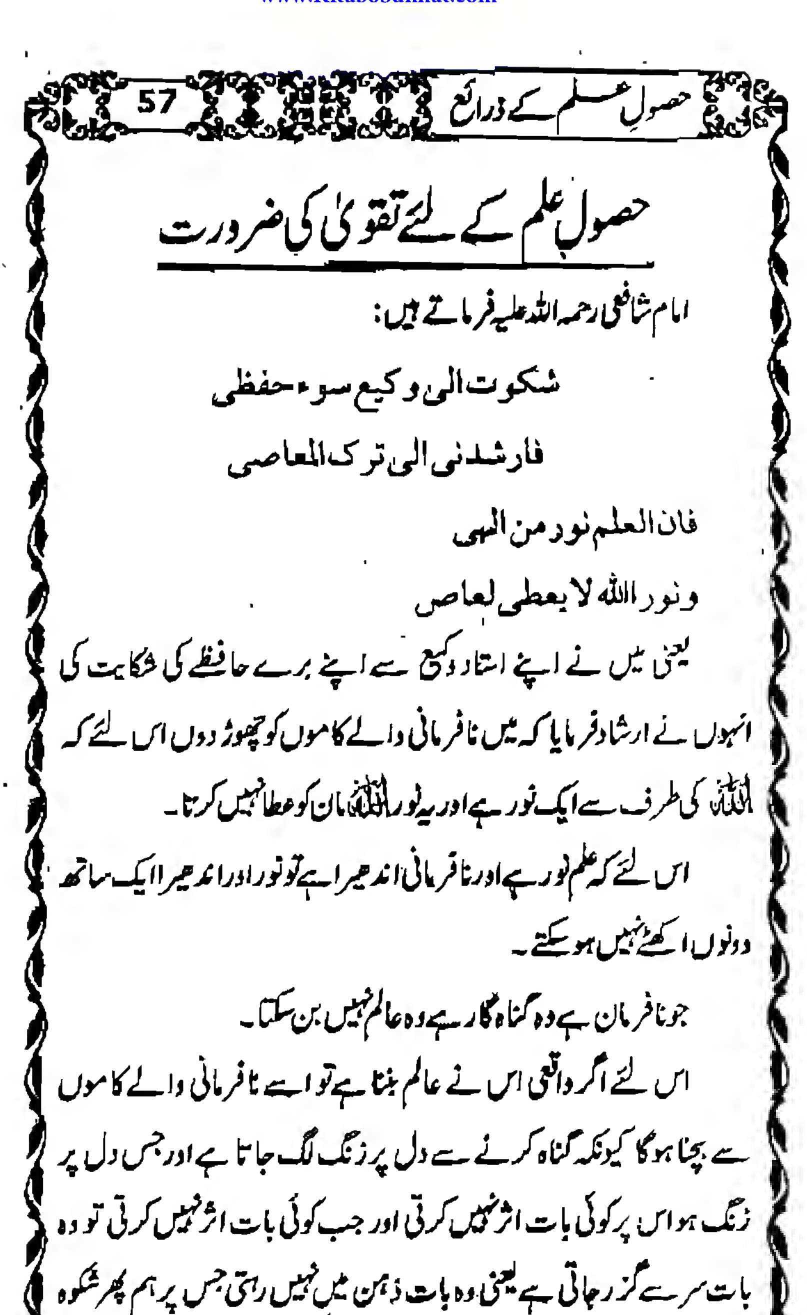
حصول علم کے لئے عقل کی ضرورت

مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علم کے ذریعہ عقل کو پروان چڑھانا اور اسے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں معلوم کرنے کے لئے استعمال کرنا فرض ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں کوئی کھجور کا ٹوکرا لایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ وہ مسلمان کی مثال ہے، میرے دل میں آیا کہ میں کہہ دوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے پھر میں نے دیکھا تو سب لوگوں میں، میں ہی کم سن (عمر) تھا (بزرگوں کی شرم سے) میں چپ رہا آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب الفہم فی العلم حدیث نمبر ۷۲)

باشعور عقل مند اور صاحب رائے مسلمان صرف اپنے اختصاص کے دائرے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی فکر اور عقل کے دریچے کھولے رکھتا ہے۔ مختلف علوم وفنون میں مختلف علمی وادبی اور ثقافتی کتب ورسائل کا مطالعہ کرتا ہے جو اس کے فن اختصاص سے قریبی تعلق رکھتے ہوں۔

چنانچہ وہ علم ومعرفت کی قسموں میں سے ہر قسم کے بارے میں تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہے جس سے وہ اپنے ذہن کو نشین اور تر وتازہ رکھتا ہے اپنی علمی افق کو وسعت دیتا ہے اور عقلی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے۔



حصول علم کے لئے تقویٰ کی ضرورت

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فارشدنی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الٰہی
ونور اللہ لا یعطی لعاص

یعنی میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے برے حافظے کی شکایت کی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نافرمانی والے کاموں کو چھوڑ دوں اس لئے کہ اللہ کی طرف سے ایک نور ہے اور یہ نور اللہ نافرمان کو عطا نہیں کرتا۔

اس لئے کہ علم نور ہے اور نافرمانی اندھیرا ہے تو نور اور اندھیرا ایک ساتھ دونوں اکھٹے نہیں ہو سکتے۔

جو نافرمان ہے وہ گناہ گار ہے وہ عالم نہیں بن سکتا۔

اس لئے اگر واقعی اس نے عالم بننا ہے تو اسے نافرمانی والے کاموں سے بچنا ہوگا کیونکہ گناہ کرنے سے دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور جس دل پر زنگ ہو اس پر کوئی بات اثر نہیں کرتی اور جب کوئی بات اثر نہیں کرتی تو وہ بات سر سے گزر جاتی ہے یعنی وہ بات ذہن میں نہیں رہتی جس پر ہم پھر شکوہ

کرتے ہیں کہ ہمارا ذہن یا حافظہ خراب ہے۔

لہٰذا دل پر سے زنگ اتارنے کے لئے اور حافظے کو تیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ گناہ والے کاموں کو چھوڑ دے اور اللہ کی اطاعت فرمانبرداری والے کام کرے یعنی برے حافظے کی بنیادی وجہ نافرمانی ہے۔

کس عمر کا لڑکا حدیث سن سکتا ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک مادہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان دنوں میں جوانی کے قریب تھا (لیکن جوان نہیں ہوا تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے علاوہ کسی آڑ کے میں کچھ صف کے سامنے سے گزر کر چلا گیا اور مادہ کو چھوڑ دیا وہ چرتی رہی اور میں صف میں شریک ہو گیا پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (کہ میں آگے سے کیوں گزرا)

(صحیح بخاری کتاب العلم باب متی یصح سماع الصغیر؟ حدیث نمبر ۷۶)

حضرت محمود بن ربیعؓ سے روایت ہے کہ (اب بھی) مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کلی یاد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے لے کر میرے منہ پر ماری تھی اس وقت میں پانچ برس کا تھا۔ (حوالہ سابقہ)

لہٰذا جب کوئی بچہ بولنے سننے کے قابل ہو جائے اور بات کو سننے کے بعد یاد رکھ سکے تو اس کی بیان کی ہوئی حدیث کو قبول کیا جائے گا اور اس کی عمر

وغیرہ کو نہیں دیکھا جائے گا جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی حدیث کو قبول کیا اور اپنی صحیح بخاری میں درج کیا۔

استاد کے سامنے ادب سے بیٹھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے باہر) نکلے تو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگے میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار کہنے لگے "پوچھو پوچھو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ (یہ حال دیکھ کر) دوزانو ہو بیٹھے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے سے خوش ہیں تین بار (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) یہ کہا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من برک رکبتیہ عند الامام او المحدث حدیث نمبر ۹۳)

استاد سے براہِ راست سماعت

جو استاد سے براہ راست سننے میں فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ استاد کے بغیر کسی اور سے سننے میں فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

آج کل کچھ طالب اور طالبات چھٹی کر لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کل جا کر کسی ساتھی سے آج کا سبق پڑھ لیں گے اور جو استاد نے لکھوایا ہوگا وہ بھی اتار لیں گے اور اس طرح چھٹی کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا لیکن یہ بات بالکل غلط ہے جو استاد سے براہ راست سنیں گے اور سمجھیں گے وہ کسی ساتھی سے نہیں سمجھ سکتے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جب استاد پڑھا رہا ہوتا ہے تو اس پر الہام سی کیفیت طاری ہوتی ہے یعنی جو کچھ وہ شاگردوں کے سمجھانے کے لئے بولتا ہے وہ اس پر الہام کیا جاتا ہے اور یہی الہام پھر کسی شاگرد پر بھی ہوتا ہے اگر ایسی بات ہے تو استاد اور شاگرد میں کیا فرق رہا اور استاد سے پڑھنے کا تو کوئی فائدہ نہ ہوا پھر کسی ساتھی سے ہی پڑھ لیا جائے لہٰذا طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ چھٹی کرنے سے پرہیز کرے اور استاد سے براہ راست سننے میں جو فائدہ ہے اسے حاصل کرے۔

استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا

امام حسن بصری رحمہ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ اور مالک رحمہ اللہ علیہ نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے لی ہے کہ اس نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں:

کہا (ضمام نے) تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا، ضمام نے اپنی قوم سے جا کر بیان کیا تو انہوں نے اس کو جائز قرار دیا امامِ مالک نے دستاویز سے دلیل کی جو پڑھ کر لوگوں کو سنائی جاتی ہے اور وہ کہتے ہیں ہم کو فلاں شخص نے اس دستاویز پر گواہ کیا اور پڑھنے والا پڑھ کر استاذ کو سناتا ہے پھر کہتا ہے مجھ کو فلاں نے پڑھایا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کوئی قباحت نہیں اگر یوں کہے اس نے مجھ سے بیان کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عالم کو پڑھ کر سنانا اور عالم کا شاگردوں کے سامنے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ (اگرچہ وہ کہے اس نے مجھ سے بیان کیا چاہے اس نے اس کو سنا ہے)۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث)

سب سے بہتر علم وہ ہے جو شاگرد بن کر کسی سے حاصل کیا جائے چاہے وہ استاذ عمر و مرتبہ میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی استاد کو سنانے اور سننے سے علم حاصل ہوتا ہے نہ کہ خود ہی گھر میں بیٹھ کر کتابیں پڑھنے سے کتاب خود پڑھنے سے کوئی بات اتنی زیادہ اچھی سمجھ نہیں آتی جتنی استاذ کے سمجھانے سے اچھی سمجھ آتی ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک عظیم مفسر، بہت سی کتابوں کے مصنف اور علم کلام، معقولات اور دیگر علوم میں اپنے زمانے کے منفرد امام تھے اللہ نے انہیں اس قدر شہرت اور ناموری عطاء فرمائی تھی کہ جہاں بھی جاتے اور جس شہر میں داخل ہوتے، علماء ان پر دیوانہ وار ٹوٹ پڑتے، اپنے وقت کا یہ امام جب شہر ''مرو'' پہنچا تو علماء اور طلبہ کا ایک ہجوم ان سے علم حاصل کرنے اور تحصیل علم کے انتساب کا شرف حاصل کرنے کے لئے جمع ہو گیا انہیں طلبہ میں سے جو اُن کی مجلس میں حاضر ہوئے تھے ایک طالب علم ایسا تھا جو ''علم الانساب'' میں مہارت رکھتا تھا۔

امام فخر الدین کو یہ علم اچھی طرح نہیں آتا تھا، انہیں جب معلوم ہوا کہ اس طالب علم کو جس کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی ''علم الانساب'' پر قدرت حاصل ہے تو انہوں نے اس سے کہا کہ مجھے یہ علم سکھا دو۔

انہیں اس کی شاگردی اختیار کرنے پر کچھ بھی ذلت محسوس نہیں ہوئی اور انہوں نے اس کو استاد کی جگہ بٹھا دیا اور خود اس کے سامنے بیٹھے۔

یہ تواضع اور رفعت کی امتیازی علامت ہے جس سے امام فخر الدین

رازی کی سیرت مزین ہے ان سے ان کے عظیم مقام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ تو اپنے زمانے کے امام ہوئے علم حاصل کرنے کے لئے مقام و مرتبہ یا عمر وغیرہ کی اسلام نے کوئی قید نہیں رکھی بلکہ جب چاہو جس سے چاہو علم حاصل کرو۔

اسی سے ملتا جلتا واقعہ امام عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ "مرد" آئے وہ اتنی عظیم الشان حیثیت کے مالک تھے اور ان کی ایسی شہرت اور ہیبت تھی کہ کوئی ان سے بات دہرانے کو نہیں کہہ سکتا تھا اور ان کے احترام و اکرام میں ان کے سامنے کوئی اونچی سانس نہیں لے سکتا تھا میں ان کے پاس گیا مجھے ان کے سامنے پڑھنے میں تردد ہوتا تھا۔

ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے طالبین کے انساب پر ایک کتاب تصنیف کر دو تاکہ میں اس میں غور فکر کروں میں چاہتا ہوں کہ میں اس علم میں جاہل نہ رہوں۔

میں نے ان سے کہا آپ شجرہ کی صورت میں چاہتے ہیں یا عبارت کی صورت میں؟ انہوں نے فرمایا شجرہ کی صورت میں یاد نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں ایسی چیز ہو جسے میں یاد کر سکوں۔

میں نے کہا بسر و چشم قبول ہے پھر میں چلا گیا اور ایک کتاب لکھی جس کا

نام "المخری" رکھا اسے میں ان کے پاس لے کر آیا جب انہیں معلوم ہوا تو وہ مسند درس سے اتر آئے اور چٹائی پر بیٹھ گئے اور مجھ سے کہا اس مسند (ان کے لئے جو جگہ تھی) پر بیٹھو۔

میں نے اسے بڑا گراں سمجھا اور جھجک محسوس کرتے ہوئے عرض کیا میں تو آپ کا خادم ہوں انہوں نے مجھے زور سے جھڑکی دی اور ڈانٹ کر کہا جو کہہ رہا ہوں وہ کرو مجھ پر ان کی اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ جس جگہ انہوں نے بیٹھنے کا حکم دیا تھا وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

پھر وہ میرے سامنے بیٹھ کر وہی کتاب پڑھنے لگے اور جہاں جہاں سمجھ میں نہ آتا اور دشواری ہوتی وہاں پوچھتے جاتے یہاں تک کہ پوری کتاب ختم کرلی۔

جب اس سے فارغ ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اب جہاں چاہو بیٹھو۔

بیشک یہ ایسا علم ہے کہ میں اس میں تم سے استفادہ کر رہا ہوں اور تمہاری شاگردی اختیار کر رہا ہوں اور ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے بیٹھے اسی لئے میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اس کے بعد وہ پھر دوبارہ مسند پر جا کر بیٹھے اور میں جہاں پہلے بیٹھا تھا وہیں بیٹھ کر ان کے سامنے پڑھنے لگا۔

ان نادر واقعات کو یاقوت الحموی نے اپنی کتاب معجم الادیار میں تحریر کیا۔

حصول علم کے لئے باری مقرر کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں بنی امیہ بن زید کے گاؤں میں جو مدینہ کے بلند گاؤں میں سے ہے رہا کرتے تھے اور ہم باری باری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز وہ جاتا اور ایک روز میں جس روز میں جاتا میں اس روز کی ساری خبر وحی وغیرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتی اس کو بتلا دیتا اور جس روز وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

ایک روز جب وہ اپنی باری والے دن گیا اور (وہاں سے آ کر) میرا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور کہنے لگا عمر رضی اللہ عنہ ہیں میں گھبرا کر باہر نکل آیا اور کہنے لگا (آج تو بڑا) سانحہ ہوا (آنحضرت نے اپنی ازواج کو طلاق دی ہے) یہ سن کر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا وہ رو رہی تھی میں نے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو طلاق دے دی اس نے کہا میں نہیں جانتی۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا میں نے کھڑے ہی کھڑے (بیٹھے نہیں) عرض کیا کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے کہا اللہ اکبر

(صحیح بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم حدیث نمبر ۸۹)

کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو دوبارہ پوچھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں اگر کوئی بات سمجھ نہ آتی تو خوب سمجھنے کے لئے اس کو دوبارہ پوچھتیں اور (ایک بار) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) جس سے حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں پڑے گا حضرت عائشہ نے کہا اللہ فرماتا ہے:

{ فسوف یحاسب حسابا یسیرا }

(سورۃ الانشقاق پارہ ۳۰ آیت ۸)

پس اس کا حساب آسان حساب لیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ حساب نہیں ہے) اس سے مراد اعمال کا بتلا دینا ہے لیکن جس سے کھینچ تان کر حساب لیا جائے گا وہ تباہ ہو گیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من سمع شیئا فلم یفهمه فراجعه حتی یعرفه حدیث نمبر ۱۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ اسی طرح اگر کسی طالب علم کو استاد کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ اسے سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھے اور جو اس کے ذہن میں ابہام ہو اس کو دور کرنے کے لئے پوچھے کہ اس سے کیا مراد ہے اور اسے جب استاد بتائے گا تو اس کا ابہام دور ہو جائے گا اور اس کو پوری طرح بات سمجھ آ جائے گی۔

جو کچھ استاد سے سنیں اسے لکھیں

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ انہوں نے کہا کوئی نہیں مگر اللہ کی کتاب یا سمجھ جو مسلمان کو دی جاتی ہے یا جو اس ورق میں لکھا ہوا ہے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پوچھا اس ورق میں کیا لکھا ہوا ہے انہوں (علی رضی اللہ عنہ) نے کہا دیت کا بیان اور قیدیوں کو چھڑانے کا اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خزاعہ (قبیلہ) والوں نے بنی لیث (قبیلے) کے ایک شخص کو اس سال مار ڈالا جس سال مکہ فتح ہوا اپنے ایک خون کے بدلے جو بنی لیث نے ان کا کیا تھا۔

اس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا کہا اللہ نے مکہ سے قتل یا فیل (ہاتھیوں) کو روک دیا۔

اور اللہ کے رسول اور مسلمان ان پر غالب کئے گئے (یعنی مکہ کے کافروں پر) سن رکھو مکہ اب اس وقت حرام ہے اور وہاں کے کانٹے نہ کاٹے جائیں اور وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور وہاں کی پڑی ہوئی چیز نہ

اٹھائی جائے مگر جو پہنچوانا چاہے (وہ اٹھا سکتا ہے) اور جس کا کوئی عزیز مارا جائے اس کو دو میں سے ایک کا اختیار ہے یا وہ دیت لے یا قصاص لے۔

پس ایک آدمی اہل یمن میں سے تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ (آپ نے جو باتیں فرمائی ہیں وہ) مجھ کو لکھ دیجئے آپ نے فرمایا لکھو ابو فلاں کے لئے

قریش کے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر کے کاٹنے کی اجازت دیجئے ہم اس کو گھروں میں اور قبروں میں لگاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا مگر اذخر (وہ کاٹ سکتے ہو)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ حدیث کا روایت کرنے والا کوئی نہیں البتہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں وہ لکھتے تھے میں نہیں لکھتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی سختی ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے بس وہ ہمیں کافی ہے۔

لوگوں نے اختلاف شروع کر دیا اور شور مچ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اٹھو میرے پاس لڑنے جھگڑنے کا کیا کام ہے۔ ابن عباس

رضی اللہ عنہ (سے جب یہ حدیث روایت کی تو یوں) کہتے ہوئے نکلے ہائے مصیبت ہائے مصیبت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب نہ لکھوانے دی، چاروں حدیثیں ایک ہی باب سے لی گئی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم حدیث نمبر ۱۱۱ سے ۱۱۴)

جو کچھ استاد سے سنیں اسے یاد رکھیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں (لیکن پھر) بھول جاتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک لپ لے کر اس میں ڈال دی پھر فرمایا اس کو لپیٹ لو میں نے لپیٹ لیا اس کے بعد سے میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو تھیلے سیکھے (یعنی دو طرح کے علم سیکھے) ایک کو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ میرا حلقوم کاٹ ڈالیں (شہ رگ)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بلعوم سے مراد وہ ہے جس میں سے کھانا اترتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث بیان کیں (اور بات یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر (یہ آیتیں) پڑھیں:

{إن الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب اولـئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون ○ إلا الذين تابوا واصلحوا وبينوا فاولـئك اتوب عليهم وانا التواب الرحيم}

(سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۱۹ آیت ۱۶۰، ۱۵۹)

جو ہم نے اپنی قدرت کی کھلی نشانیاں اور ہدایت کی باتیں اتاری ہیں اب اس کے بعد جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں مگر جنہوں نے توبہ کی اور نیک بن گئے اور بیان کر دیا پس ان لوگوں کو میں نے معاف کر دیا اور میں بہت معاف کرنے والا مہربان ہوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید

فروخت میں پھنسے ہوئے رہتے ہیں اور ہمارے انصار بھائی اپنی کھیتی باڑی کے کام میں لگے رہتے ہیں اور ابو ہریرہ (نہ کوئی پیشہ کرتا ہے نہ سودہ گری) وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جما رہتا ہے اور ایسے موقعوں پر حاضر رہتا ہے جہاں یہ لوگ حاضر نہیں ہوتے۔

اور وہ باتیں یاد رکھتا ہے جو وہ لوگ یاد نہیں رکھتے۔

تینوں حدیثیں ایک ہی باب سے لی گئی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم)

لکھنے اور یاد کرنے میں سے یاد کرنا زیادہ افضل اور فائدہ مند ہے اس لئے کہ جو لکھا ہوا ہوگا اوراق میں اس میں تو کوئی ردو بدل کر سکتا ہے مگر جو ذہن میں ہوگا وہ کوئی نہیں بدل سکتا۔

{من حفظ فهو حجة على من لم يحفظ}

جو حافظ ہے وہ غیر حافظ پر حجت ہے۔

اس کے علاوہ اختلاف کی صورت میں بھی حافظ کو ترجیح دی جاتی ہے غیر حافظ پر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

اے اللہ! اس شخص کے چہرے کو تر و تازہ رکھ جو میری حدیث کو یاد کرے اور اس کو لوگوں تک پہنچائے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن ولید رضی اللہ عنہما کے

بارے میں کہا کہ میں نے اس کی کتاب میں رفع الیدین والی روایت دیکھی عاصم کوفہ گئے جب کوفہ سے واپس آئے ردوبدل ہو گیا تھا یعنی ثم لم یعد کے الفاظ کا اضافہ ہو گیا تھا (کہ اس کے بعد کبھی نہ رفع یدین کیا تھا) عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو وہ روایت یاد تھی جس کی وجہ سے انہوں نے پہچان لیا کہ اس میں اضافہ ہوا ہے اور انہوں نے ثم لم یعد کے مطابق عمل نہ کیا۔

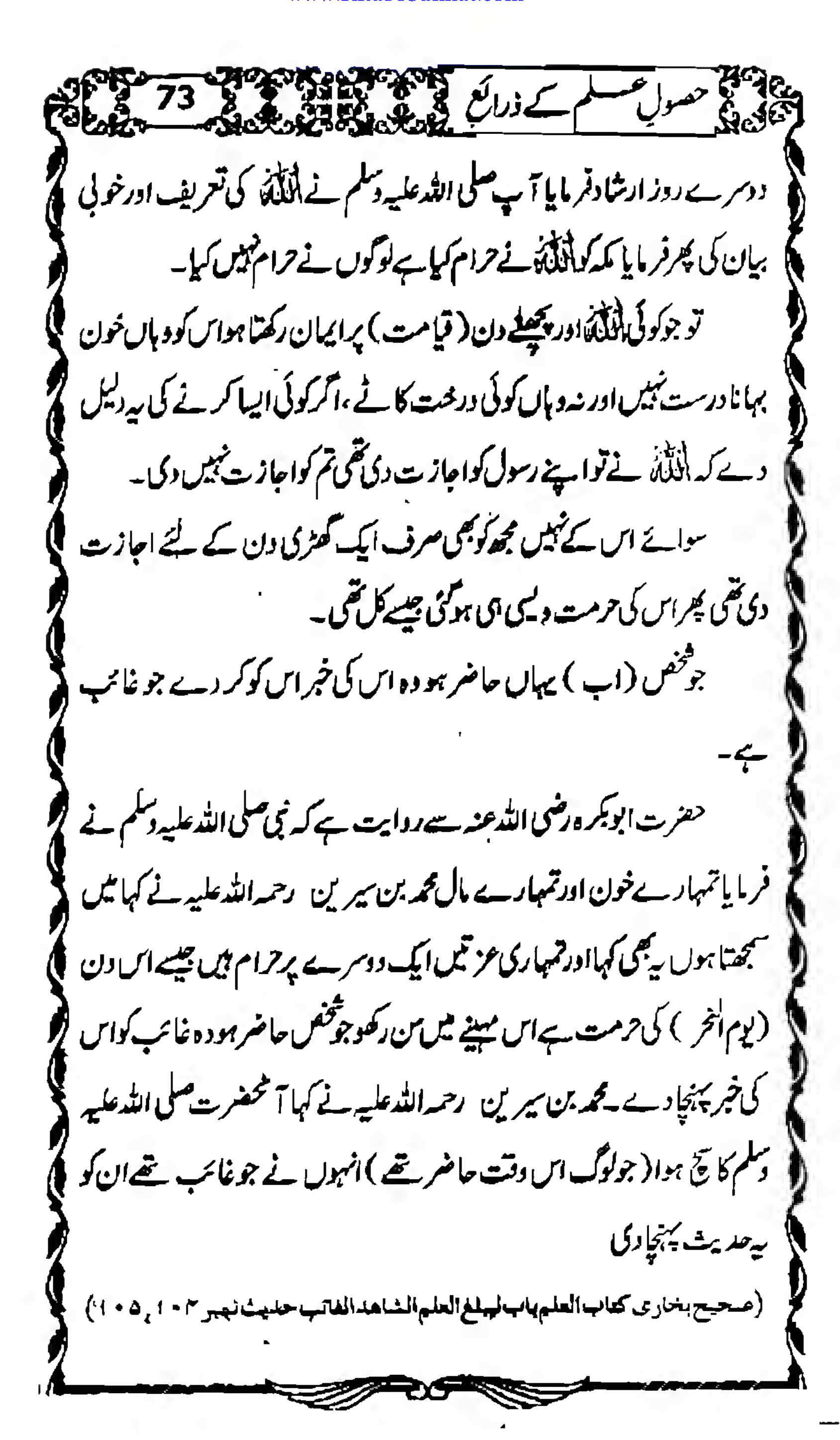
اگر انہیں وہ روایت یاد نہ ہوتی تو شاید وہ ثم لم یعد کے مطابق عمل کرتے اور ایک نماز کے رکن کو چھوڑ دیتے۔

یعنی حدیث کے دشمن نے اوراق میں ردوبدل کیا مگر وہ جو دل و ذہن میں تھا اس میں تو وہ ردوبدل نہ کر سکا۔ اس لیے ہم نے کہا لکھنے سے یاد کرنے میں زیادہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔

لکھنے سے بھی بعض اوقات بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے لیکن جو فائدہ یاد کرنے میں ہے وہ لکھنے میں نہیں پایا جاتا۔

جو موجود ہو وہ غائب کو خبر دے

ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن سعید (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) مکہ پر فوجیں بھیج رہا تھا اے امیر! مجھ کو اجازت دے میں تجھ کو ایک حدیث سنا دوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے



دوسرے روز ارشاد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی پھر فرمایا مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے لوگوں نے حرام نہیں کیا۔

تو جو کوئی اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہو اس کو وہاں خون بہانا درست نہیں اور نہ وہاں کوئی درخت کاٹے۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی یہ دلیل دے کہ اللہ نے تو اپنے رسول کو اجازت دی تھی تم کو اجازت نہیں دی۔

سوائے اس کے نہیں مجھ کو بھی صرف ایک گھڑی دن کے لئے اجازت دی تھی پھر اس کی حرمت ویسی ہی ہو گئی جیسے کل تھی۔

جو شخص (اب) یہاں حاضر ہو وہ اس کی خبر اس کو کر دے جو غائب ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے کہا میں سمجھتا ہوں یہ بھی کہا اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے اس دن (یوم النحر) کی حرمت ہے اس مہینے میں سن رکھو جو شخص حاضر ہو وہ غائب کو اس کی خبر پہنچا دے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ ہوا (جو لوگ اس وقت حاضر تھے) انہوں نے جو غائب تھے ان کو یہ حدیث پہنچا دی

(صحیح بخاری کتاب العلم باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب حدیث نمبر ۱۰۴، ۱۰۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبدالقیس کے بھیجے ہوئے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کس کے بھیجے ہوئے لوگ ہیں یا کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم ربیعہ والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا! ان لوگوں کو یا ان بھیجے ہوئے لوگوں کو یہ نہ ذلیل ہوئے نہ شرمندہ وہ کہنے لگے ہم آپ کے پاس دور کا سفر کر کے آئے ہیں ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مضر کے کافروں کا یہ قبیلہ آڑ ہے اور ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آ سکتے اس لئے ہم کو ایک ایسی بات بتلا دیں جس کی خبر ہم پچھلے لوگوں کو کر دیں اور ہم اس کی وجہ سے بہشت میں داخل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع کیا۔

ان کو خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا (یعنی یہ) کہا کیا تم جانتے ہو خدائے واحد پر ایمان لانا کس کو کہتے ہیں انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور نماز کی درستی کرنا اور زکوۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور منع کیا کدو کے تونبے اور سبز لاکھی برتن اور روغنی برتن اور کبھی کہا کریدے ہوئے

لکڑی کے برتن سے اور کبھی کہا مقیر (مزفت کے بدل) سے

آپ نے فرمایا اس کو یاد کرلو اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی خبر کردو۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا حدیث نمبر ۸۷)

عالموں کی بات سننے کے لئے خاموش رہنا

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا لوگوں کو خاموش کرداؤ (جب جریر رضی اللہ عنہ نے خاموش کر دیا) تو فرمایا (لوگو) میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الانصات للعلماء حدیث نمبر ۱۲۱)

لہٰذا جب کوئی عالم بات کر رہا ہو یا کوئی استاد سبق پڑھا رہا ہو تو سننے والے کو خاموش ہو کر غور سے سننا چاہئے جس سے سنانے والے کی دلچسپی اور زیادہ دگنی ہو جاتی ہے اور اس کے کلام میں زیادہ تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اس کا شوق بھی دگنا ہو جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس اگر شور وغل ہو اور خاموشی سے بات نہ سنی جائے تو سنانے والے کو بھی اپنی بات سنانے یا بات کرنے میں دل چسپی نہیں ہوتی اور

شوق ختم ہو جاتا ہے۔

پھر اسے لگتا ہے کہ سننے والوں کو اکتاہٹ ہو رہی ہے اور وہ دل لگا کر غور سے شوق سے نہیں سن رہے اسی لئے یہ بات ان پر کوئی اثر نہیں کرے گی لٰہذا میں بات سنانے یا بات کرنے سے رک جاؤں کیونکہ میری بات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

عالم بیٹھا ہو اس سے کھڑے کھڑے سوال کرنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا کون سا لڑنا ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی غصے کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی حمیت کی وجہ سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سر اٹھایا اسلئے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور) وہ کھڑا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس لئے لڑے کہ اللہ کا بول بالا ہو تو وہ لڑنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من سال وھو قائم عالما جالسا حدیث نمبر ۱۲۳)

یعنی اس میں کوئی قباحت نہیں کہ عالم بیٹھا ہو اور اس سے کھڑے کھڑے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اگر کوئی اس میں قباحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس بارے میں کچھ فرماتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل اور کسی بات پر خاموش رہنا ہمارے لئے عمل کرنے میں دلیل و حجت ہے۔

عالم سے خود مسئلہ پوچھنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ عقبہ کے پاس دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ مسئلہ پوچھ رہے تھے:

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کنکریاں مار لے کوئی حرج نہیں۔

دوسرے شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب قربانی کر لے کوئی حرج نہیں۔

اس کے علاوہ پھر آپ سے اس دن جو چیز پوچھی گئی کہ وہ آگے ہوئی یا پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اب کر لے کوئی حرج نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب السؤال والفتیا عند رمی الجمار حدیث نمبر ۱۲۴)

خود کو شرم آئے تو دوسرے سے پوچھوانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی (اور اللہ کے رسول کے سامنے اس مسئلہ کو بیان کرنے میں میں نے شرم محسوس کی) تو میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مسئلہ پوچھو، انہوں نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مذی سے وضو (ہر نماز کے وقت) کرنا چاہیے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من استحیا فامر غیرہ بالسؤال حدیث نمبر ۱۳۲)

یعنی کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اس کے بارے میں معلوم کریں اگر خود کو معلوم کرنے میں شرم آئے یا خود نہ پوچھ سکتے ہوں تو کسی دوسرے کے ذریعے اس کا علم معلوم کروائیں اور اپنے علم میں اضافہ فرمائیں۔

علم میں شرم کرنا کیسا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کی عورتیں کیا ہی اچھی ہیں ان کو شرم نے دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم (انس کی والدہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور پوچھنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔

کیا عورت کو جب احتلام ہو تو اس کو غسل کرنا چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ پانی دیکھے یہ سن کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ (شرم سے) ڈھانک لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تیرے ہاتھ کو مٹی لگے پھر بچہ کی صورت ماں سے کیوں ملتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے مسلمان کی وہی مثال ہے مجھ سے کہو وہ کون سا درخت ہے یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن مجھ کو شرم آئی (جس کی وجہ سے میں کہہ نہ سکا) آخر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی بتلا دیں وہ کون سا درخت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے اپنے باپ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما) سے بیان کیا جو میرے دل میں آیا تھا انہوں نے کہا اگر تو (اس

وقت) کہہ دیتا تو مجھ کو اتنا اتنا مال ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی یہ دونوں حدیثیں ایک ہی باب سے لی گئی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الحیاء فی العلم حدیث نمبر ۱۳۰ـ۱۳۱)

حصول علم کب تک جاری رہتا ہے

حقیقی تحصیل علم یہ نہیں کہ کوئی ایک اعلیٰ قسم کی ڈگری حاصل کر لے جس سے اسے کشادہ آمدنی کا ذریعہ حاصل ہو جائے اور خوش گوار اور آسودہ زندگی گزار سکے پھر مطالعہ اور علم و معرفت کے خزانوں سے استفادہ سے پہلو تہی اور کنارہ کشی اختیار کر لے بلکہ حقیقی علم یہ ہے کہ وہ مسلسل مطالعہ کرتا رہے اور ہر دن اپنے علم میں اضافہ کرتا رہے۔

اللہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے:

{وقل رب زدنی علما} (طٰہٰ رکوع ۲ آیت ۱۱۴)

اور دعا کرو کہ اے پروردگار مجھے مزید علم عطاء فرما

ہمارے سلف صالحین علمی مقام کی خواہ کتنی ہی بلندیوں پر پہنچ جاتے تھے مگر آخری عمر تک علم میں اضافہ کرنے سے نہیں رکتے تھے اور تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھنے سے ہی علم زندہ رہتا اور پروان چڑھتا ہے اور اسے ترک کر دینے اور اس سے رابطہ منقطع کر لینے سے علم کا سرچشمہ خشک ہو جاتا ہے اس سلسلے میں ان کے بہت

سے دلکش اقوال مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم کی نہایت تقدیس اوراحترام کرتے تھے۔

ان میں تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کی حرص پائی جاتی تھی اوروہ علم کے میٹھے سرچشمہ سے مسلسل سیراب ہوتے رہتے تھے۔

ان دلکش اقوال میں سے ایک قول وہ ہے جو امام عبدالبر رحمہ اللہ علیہ نے ابن ابی غسان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

لاتزال عالما ما کنتَ متعلما، فاذا استغنیت کنت جاهلا

جب تک تم علم حاصل کرتے رہوگے اس وقت تک صاحب علم رہوگے اور جب تم نے علم سے بے نیازی اختیار کی اسی وقت جاہل ہوگئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

{لا ینبغی لاحد یکونُ عنده العلم ان یترک التعلیم}

مناسب نہیں ہے ایسے شخص کے لئے جس کے پاس کچھ علم ہو پھر وہ مزید علم حاصل کرنا ترک کردے۔

امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا:

{الی متی تطلب العلم؟ قال: حتی الممات، ولعل الکلمة التی انتفع بها لم اکتبها بعد}

کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟

فرمایا: موت تک اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جو بات میرے حق میں مفید ہوا سے اب تک نہ حاصل کر سکا ہوں۔

امام ابوعمرو بن علاء رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا:

{حتی متی یحسن بالمرء ان یتعلم؟ فقال: مادام تحسن به الحیاة}

آدمی کو کب تک علم حاصل کرتے رہنا چاہئے؟

فرمایا: جب تک اس کی زندگی وفا کرے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا:

لوگوں میں علم حاصل کرنے کا سب سے زیادہ ضرورت مند کون ہے؟

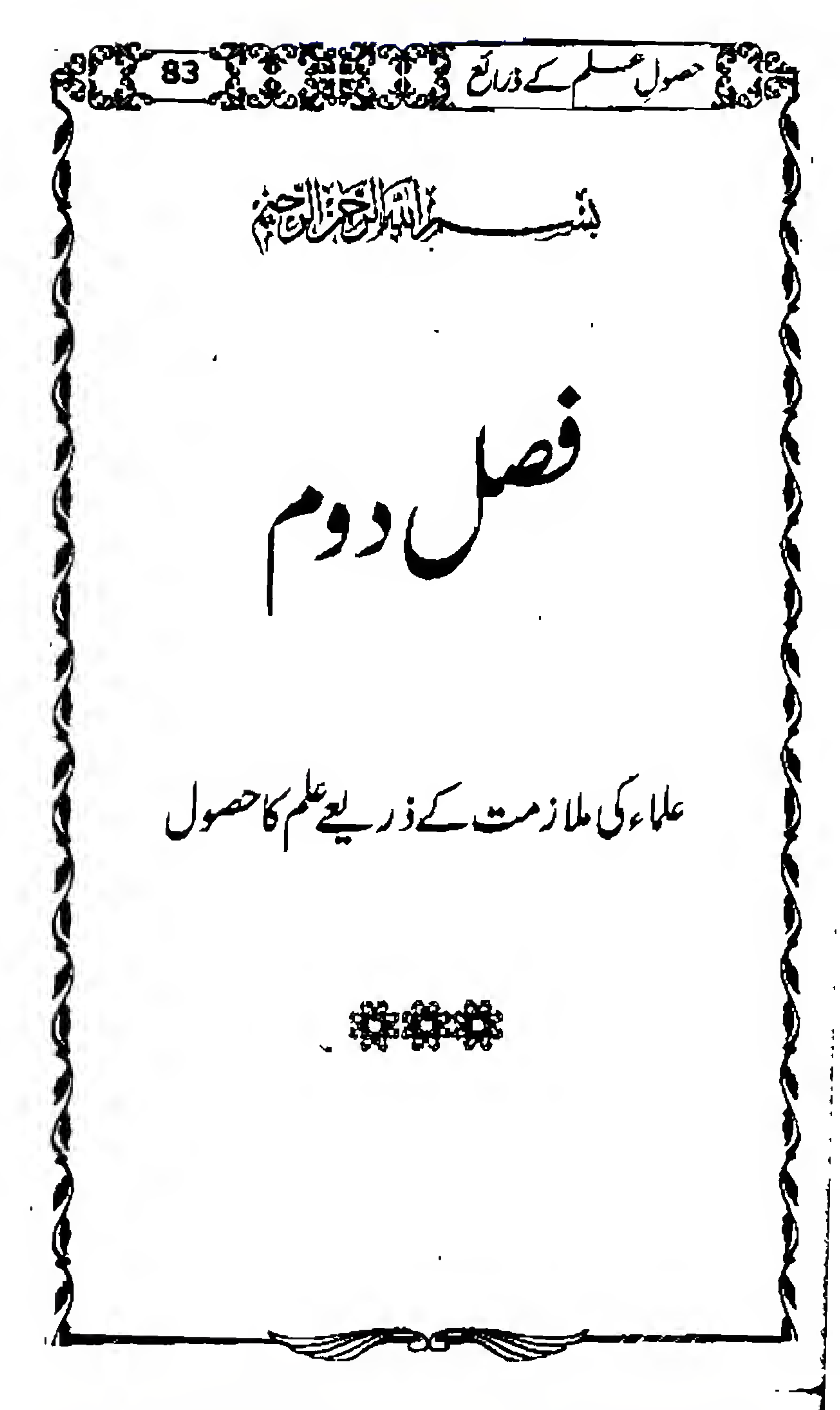
اس کا انہوں نے بہت خوبصورت جواب دیا کہ فرمایا جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے پوچھنے والے نے کہا کیوں؟ فرمایا کیونکہ اگر اس سے غلطی سرزد ہوگی تو یہ بہت بری اور انتہائی شرم کی بات ہے۔

اور اللہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

{وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ}(یوسف رکوع ۹ آیت ۷۶)

ہر علم رکھنے والے سے اوپر علم رکھنے والا ضرور ہوتا ہے۔

یعنی علم کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں پورا عالم بن گیا ہوں بلکہ اس سے بھی کوئی زیادہ عالم اس دنیا میں موجود ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

علماء کی ملازمت کے ذریعے علم کا حصول

علماء کی ملازمت کے ذریعے علم کا حصول

اخلاص:

جب کسی کی غلطی کی اصلاح کا ارادہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس عمل سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو' کسی سے برتری کی خواہش نہ ہو' نہ کسی پر اپنا غصہ نکالنے کا جذبہ کارفرما ہو' نہ یہ کوشش ہو کہ عوام کی نظروں میں کوئی مقام حاصل ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تابعی شُفَی اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک بزرگ کے ارد گرد جمع ہیں انہوں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کو احادیث نبویہ سنا کر وعظ کر رہے تھے میں آہستہ آہستہ قریب ہوتے ہوتے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جا بیٹھا جب وہ وعظ سے فارغ ہوئے اور لوگ اٹھ کر جانے لگے تو میں نے عرض کیا! میں آپ کو حق کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے ایسی کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی اور سمجھی ہو اور آپ کو اچھی طرح یاد ہو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں میں سناؤں گا'' میں ایسی ہی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی اور میں نے اسے سمجھا اور یاد کیا۔ پھر اچانک ان کی حالت غیر ہوگئی تھوڑی دیر بعد حواس بجا ہوئے تو فرمایا! ہاں میں سناؤں گا ضرور وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے علاوہ کوئی نہیں تھا اتنا کہتے ہی پھر حالت غیر ہوگئی جب افاقہ ہوا تو چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے: پھر فرمایا! ہاں میں آپ کو ضرور وہ حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی تھی جب کہ میں اس گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا میرے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔

اس کے بعد پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حالت خراب ہوگئی اور آپ چہرے کے بل جھک گئے میں نے بہت دیر تک آپ رضی اللہ عنہ کو سہارا دیئے رکھا تب آپ رضی اللہ عنہ کی حالت سنبھلی تو فرمایا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث سنائی کہ:

جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے زمین پر تشریف فرما ہوں گے: ہر جماعت گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی۔ سب سے پہلے اللہ جن اشخاص کو بلائیں گے ان میں سے ایک آدمی

وہ ہوگا جس نے قرآن پاک یاد کیا ہوگا اور ایک وہ آدمی ہوگا جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتا رہا ہوگا اور ایک بہت مال دار آدمی ہوگا۔

اللہ قرآن کے عالم سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے وہ کتاب نہیں سکھائی تھی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا جی ہاں، یا رب اللہ فرمائیں گے پھر تو نے اپنے علم پر کیسے عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں رات دن اس میں مشغول رہتا تھا۔ اللہ فرمائیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اور فرشتے اسے کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اللہ فرمائیں گے تیری نیت تو یہی تھی کہ کہا جائے فلاں آدمی قاری اور عالم ہے اور وہ (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔

اسی طرح مال دار شخص کو لایا جائے گا: اللہ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا حتی کہ میں نے تجھے کسی کا محتاج نہ رہنے دیا؟ وہ کہے گا 'جی ہاں' یارب، اللہ فرمائیں گے: پھر تو نے میرے دیئے ہوئے مال کا کیا کیا؟ وہ کہے گا میں رشتہ داروں پر احسان کرتا تھا اور (سب ضرورت مندوں پر) صدقہ کرتا تھا: اللہ فرمائیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے اللہ فرمائیں گے تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ کہیں: فلاں بہت سخی ہے اور وہ (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔

اسی طرح اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو لایا جائے گا! اللہ

اس سے فرمائیں گے تجھے کس لئے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا، تو میں جنگ کرتا رہا، حتی کہ مجھے قتل کیا گیا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے! تو جھوٹ کہتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلکہ تیری خواہش صرف یہ تھی کہ کہا جائے: فلاں بہت بہادر ہے اور وہ (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ابو ہریرہ! یہ تین شخص ہیں، جو قیامت کے دن تمام مخلوقات میں سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے۔

اسی طرح اگر نصیحت اور اصلاح کرنے والے کی نیت صحیح اور اچھی ہو تو اسے ثواب بھی ملے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات میں اثر بھی پیدا ہوگا اور سننے والے اس کی بات کو بھی مانیں گے۔

اصلاح کرنے والے کے مقام و مرتبہ کا لحاظ

بعض اوقات ایک شخص کی ایسی سختی برداشت کر لی جاتی ہے جو کہ دوسروں کی طرف سے ہو تو برداشت نہیں کی جاتی کیونکہ اس کو وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا یا اس کو وہ اختیار حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ باپ کو بیٹے پر اور استاد کو شاگرد پر صاحب اختیار کی وہ

حالت نہیں ہوتی جو اختیار نہ رکھنے والے کی ہوتی ہے اس فرق کو پیش نظر رکھ کر اصلاح کرنے والا ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھ سکتا ہے اور معاملات کو صحیح طور پر رکھ سکتا ہے تاکہ غلطی سے منع کرنے یا اصلاح کرنے کی کوشش میں اس سے بڑی غلطی پیدا نہ ہو جائے۔

تنبیہ جس درجہ کی ہو اس میں سختی یا نرمی کا معیار رکھا جائے اس کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ غلطی کتنی بڑی ہے اور غلطی کرنے والے کے دل میں منع کرنے والے کا کیا مقام اور کس درجہ کا رعب و دبدبہ ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے دو امور مستنبط ہوتے ہیں:

اول:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مقام و مرتبہ اور اقتدار و اختیار عطا فرمایا ہے اس پر فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور لوگوں کی تربیت کا کام انجام دے اور اس بات کا احساس کرے کہ اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے اور لوگ اس کی بات دوسروں کی بنسبت زیادہ مان سکتے ہیں اور جو کچھ وہ کر سکتا ہے دوسرے نہیں کر سکتے۔

دوم:

امر و نہی کا فریضہ انجام دینے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کا

غلط اندازہ نہ لگائے اور خود کو اپنے حقیقی مقام و مرتبہ سے بلند تر مقام پر رکھ کر اس اندازے سے کام نہ کرے جو اس کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس طرح لوگ اس سے دور ہٹیں گے اور اصل مقصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عظیم عطا فرمایا تھا اور عام لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہیبت عطا فرمائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ اور تربیت میں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اور بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی اور شخص ایسا انداز اختیار کرے تو اس سے صحیح فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت یعیش بن طہفہ غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا انہوں نے فرمایا: جو نادار حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوا کرتے تھے (ایک بار) ان میں (شامل ہو کر) میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہوا۔ آنحضرت رات کو اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کی غرض سے تشریف لائے تو مجھے پیٹ کے بل لیٹے دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قدم مبارک سے ٹھوکا دے کر جگایا اور فرمایا "یہ اہل جہنم کے لیٹنے کا انداز ہے"۔

(سنن ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی کراهة الاضطجاع)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اس انداز سے تنبیہ کرنا بالکل مناسب تھا، لیکن عام آدمی کے لئے اسے اختیار کرنا قطعاً مناسب نہیں۔

یعنی اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو پیٹ کے بل سوئے ہوئے دیکھتا ہے تو یہ درست نہیں کہ اسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر جگا دے اور پھر یہ امید رکھے کہ وہ اس کی بات مان لے گا اور شکریہ بھی ادا کرے گا۔

اس سے ملتی جلتی مثال غلطی کرنے والے کو پیٹنا یا اسے کنکری مارنا ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ایسا کیا ہے ان سب کا دارومدار تنبیہ کرنے والے کے مقام و مرتبہ پر ہے۔

جس طرح حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں آدمی آیا جس کا نام صبیغ تھا وہ قرآن مجید کی متشابہ آیات کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے کھجور کی چھڑی منگوائی اور اس شخص کو طلب فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چھڑی لے کر اسے پیٹا اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اتنا پیٹا کہ اس کے سر سے خون نکل آیا تب اس نے کہا: اے امیر المؤمنین: بس کریں میرے سر کی بیماری دور ہو گئی۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا آپ رضی اللہ عنہ نے پیالہ اس کے منہ پر دے مارا۔ پھر فرمایا میں نے اسے اس لئے دے مارا کہ میں نے اسے اس سے منع کیا تھا مگر یہ باز نہیں آیا۔ جبکہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باریک اور موٹا ریشم پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لئے اور آخرت میں ہمارے لئے (صحیح بخاری)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ صاحب ثروت تھے اسی لئے انہوں نے یہ درخواست قبول نہ کی۔

سیرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر شکایت کی حضرت عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس سے فرمایا اس سے مکاتبت کرلو۔ انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو حضرت عمر نے ان کو کوڑا مارا اور یہ آیت پڑھی۔

{فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا}

اگر تمہیں ان غلاموں میں خیر نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلیا کرو۔ چنانچہ

انس رضی اللہ عنہ نے مکاتبت کر لی۔ (فتح الباری)

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ان کے سامنے سے مروان رضی اللہ عنہ کا بیٹا گزرنے لگا۔ انہوں نے (نماز میں اشارے سے) روکا وہ نہ رکا تو انہوں (ابوسعید رضی اللہ عنہ) نے اسے (مروان رضی اللہ عنہ کے بچہ کو) مارا، بچہ رونے لگا اور مروان کو جا کر بتایا مروان رضی اللہ عنہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے اپنے بھتیجے کو کیوں مارا؟ انہوں نے کہا میں نے اسے نہیں مارا میں نے تو شیطان کو مارا ہے (کیونکہ) میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی انسان گزرنا چاہے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے اگر (وہ) نہ رکے تو اس سے لڑے وہ شیطان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب سترۃ المصلی)

حضرت ابو نضر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں تکلیف تھی وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹ گئے ان کے بھائی رضی اللہ عنہ تشریف لائے (اور انہیں اس طرح لیٹے ہوئے دیکھا تو) ان کی دکھتی ہوئی ٹانگ پر ہاتھ مارا جس سے انہیں تکلیف ہوئی ابوسعید خدری

رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے میری ٹانگ کو تکلیف پہنچائی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دکھتی ہے؟ فرمایا: ہاں (معلوم تو تھا) انہوں نے کہا پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے (جواب میں) فرمایا کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (طرح لیٹنے) سے منع کیا ہے۔

(مسند احمد ۳/ ۲ ۴ ۲)

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بڑی مسجد میں حضرت اسود بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہمارے ساتھ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی (بیٹھے ہوئے) تھے شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما والی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رہائش اور خرچہ نہیں دلوایا تھا حضرت اسود نے کچھ کنکریاں پکڑ کر شعبی کو ماریں اور فرمایا: تم یہ حدیث بیان کرتے ہو حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ہم ایک عورت کی وجہ سے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتے معلوم نہیں اس خاتون کو واقعہ یاد بھی رہا ہے یا نہیں بلکہ (تین طلاق والی) عورت کو (عدت کے دوران) رہائش اور خرچہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة}

ترجمہ: عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ واضح بے حیائی کی مرتکب ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة البائن لانفقة لها، ج ۲)

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ دو آدمی کندہ کے دروازوں کی طرف سے آئے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے ان دونوں آدمیوں نے کہا کوئی شخص ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے؟ حلقہ میں موجود ایک شخص بولا میں کرتا ہوں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں کنکریاں پکڑ کر اسے دے ماریں اور فرمایا "رک جاؤ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح جلدی سے منصف بن جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الاقضیہ باب فی طلب القضاء والتسرع الیہ حدیث نمبر ۱ ۸ ۱)

مسئلہ سے لاعلم کو بہتر انداز میں تعلیم دینا

حضرت معاویہ بن حکم سلمی ؓ صحرائی زندگی گزارنے والے آدمی تھے جب وہ مدینہ تشریف لائے تو انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا حرام ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک نمازی کو چھینک آ گئی میں (نماز کے دوران ہی) کہہ دیا "یرحمک اللہ" صحابہ کرام نے مجھے گھور کر دیکھا تو میں نے کہا ہائے

میں مر جاؤں تم لوگ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے اپنے رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش کرانا چاہا میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانے چاہتے ہیں تو (میرے جی میں آیا کہ انہیں جواب دوں) لیکن (اپنے آپ پر ضبط کر کے) میں خاموش ہو گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے کوئی معلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر انداز سے تعلیم دینے والا نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے جھڑکا نہ مارا نہ برا بھلا کہا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

{ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن}

بیشک یہ نماز ہے اس میں لوگوں والی باتیں کرنا درست نہیں ہے اس میں تو تسبیح اور تکبیر اور تلاوت قرآن ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ج نمبر ۱)

یعنی جاہل لاعلم کو تعلیم دینے کی ضرورت ہوتی ہے جسے کوئی شبہ یا غلط فہمی ہو اسے مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح غافل کو یاد دہانی چاہئے اور غلطی پر اصرار کرنے والے کو نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہ بات ناممکن ہے کہ مسئلہ سے واقف اور ناواقف کو ایک ہی انداز سے تنبیہ کی

جائے بلکہ عام طور پر جاہل پر سختی کرنے سے اس کے دل میں نفرت اور انکار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ نہ بات کو مانتا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ ضد میں آ کر وہ اپنی بات پر ڈٹا رہتا ہے لیکن اگر سمجھانے والا حکمت کے ساتھ نرمی سے سمجھائے تو ایسا نہیں ہوتا مسئلہ سے ناواقف شخص اپنے آپ کو غلطی پر تصور نہیں کر رہا ہوتا بلکہ بعض اوقات غلطی کرنے والا غیر شعوری طور پر درست راہ سے ہٹ گیا ہوتا ہے اور وہ خود کو صحیح راستے پر تصور کر رہا ہوتا ہے۔

لہٰذا جب اس پر تنقید کی جاتی ہے تو وہ گویا زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے بھائی مجھ پر حملہ آور ہونے سے پہلے آپ نے مجھے مسئلہ تو بتایا ہوتا۔

اس لئے تنقید کرتے وقت اس چیز کا لحاظ رکھا جائے تاکہ معلم اور جسے تعلیم دی جارہی ہے دونوں کو اس سے فائدہ ہو۔

غلطی کے ازالہ کے لئے شرعی حکم بیان کرنا

حضرت جرہد سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اس وقت ان کے ران سے کپڑا اٹھا ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: {غط فخذک فانها من العورة} اپنی ران ڈھانک لو یہ پردے کے اعضاء میں شامل ہیں۔

(سنن ترمذی کتاب الادب باب ماجاء ان الفخذ عورة)

غلطی کا سبب بننے والی غلط فہمی کی اصلاح

صحیح بخاری میں حضرت حمید بن ابی طویل ؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی کہ تین آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے (پردے کے پیچھے سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نفلی) عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں بتایا گیا (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے عبادت کرتے یا اتنی عبادت کرتے ہیں) تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ عبات تھوڑی ہے تاہم انہوں نے کہا ہماری آنحضرت سے کیا نسبت؟ ان کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں (وہ تو اگر زیادہ عبادت نہ بھی کریں تو کوئی بات نہیں ہمیں تو بہت زیادہ عبادت اور محنت کرنے کی ضرورت ہے)۔

ان میں سے ایک بولا: میں ہمیشہ رات بھر نماز (تہجد) پڑھا کروں گا۔

ان میں سے دوسرا بولا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی بھی ناغہ نہیں کروں گا۔

ان میں سے تیسرا بولا: میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی بھی نکاح نہ کروں گا۔

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کی خبر دی گئی) تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

{انتم الذین قلتم کذا وکذا؟ اما واللہ انی لاخشاکم اللہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج}

تم لوگوں نے یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ خوف خدا اور تقویٰ رکھتا ہوں لیکن میں (نفلی) روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں (رات کو تہجد کی) نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے نکاح بھی کئے ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب النکاح)

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند افراد نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے آنحضرت کے وہ اعمال دریافت کئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں انجام دیتے تھے (معلوم ہو جانے کے بعد) ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا! ایک نے کہا میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا (جب نبی اکرم کو معلوم ہوا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

{ما بال اقوام قالوا کذا کذا؟ لکنی اصلی وانام واصوم وافطر اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی}

کیا بات ہے کہ کچھ لوگ اس اس طرح کہتے ہیں لیکن میں رات کو نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور (نفلی) روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا

بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو کوئی میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

عملی غلطی کی بنیاد تصور کی غلطی ہوتی ہے جب بنیادی تصورات صحیح ہوں تو غلطیوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے جس طرح کہ اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ان صحابہ کرام نے جو رہبانیت اور سخت کوشی اختیار کرنا چاہی تھی اس کی وجہ یہی غلط فہمی تھی کہ نجات کی امید تبھی ہو سکتی ہے اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے زیادہ عبادت کی جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بشارت مل چکی ہے جبکہ ان لوگوں کو تو یہ شرف حاصل نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس غلط تصور کی اصلاح کر دی اور انہیں بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مغفور ہیں پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے اور تقویٰ رکھنے والے ہیں اور انہیں حکم دیا کہ عبادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر ہی قائم رہیں۔

اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت کہمس ہلالی رضی اللہ عنہ کا ہے وہ اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قبول اسلام کی خبر دی (اس کے بعد میں اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا) ایک سال بعد میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو کیفیت یہ تھی کہ میرا جسم انتہائی دبلا پتلا ہو چکا

تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر مجھے اوپر سے نیچے دیکھا پھر نیچے سے اوپر تک دیکھا میں نے عرض کیا حضور آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ فرمایا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا میں کہمس ہلالی ہو فرمایا تمہاری یہ حالت کیوں؟ میں نے عرض کیا آپ کے پاس سے رخصت ہونے کے بعد میں نے کسی دن روزہ نہیں چھوڑا اور کسی رات کو بھی نہیں سویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں یہ حکم کس نے دیا کہ اپنی جان کو عذاب دو؟

(اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) صرف صبر والے مہینے (رمضان) کے (پورے) روزے رکھو اور دوسرے ہر مہینے میں صرف ایک روزہ رکھو میں نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے فرمایا صرف صبر والے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں دو روزے رکھو میں نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے (کیونکہ) میں اپنے اندر طاقت محسوس کرتا ہوں فرمایا صبر والے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے کے صرف تین دن کے روزے رکھ لیا کرو۔ (بشکریہ غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار)

صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے صحابی سے فرمایا اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

انہوں نے عرض کیا یہ معزز ترین لوگوں میں سے ہے اللہ کی قسم یہ تو ایسا آدمی ہے کہ اگر کسی سے رشتہ مانگے تو (اس کا) اس سے نکاح کر دیا جائے گا (ہر شخص خوشی خوشی رشتہ دینے کو تیار ہو جائے گا) اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو وہ قبول کی جائے گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی (وہیں سے) گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو مفلس مسلمانوں میں سے ایک عام سا مسلمان آدمی ہے یہ تو اگر کسی سے رشتہ مانگے تو اس کا نکاح نہیں ہوگا اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے گی اگر بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس (دولت مند معزز) جیسے آدمیوں سے پوری زمین بھری ہوئی ہو تو ان (سب) سے یہ (مفلس مسلمان) بہتر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر حدیث نمبر ۱۳۶۹)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم وہی کہتے ہیں جو آپ کی رائے ہے (ویسے دیکھنے میں) یہ ایک معزز شخص ہے اگر

(کسی کے ہاں) نکاح کا پیغام بھیجے تو اس کا پیغام قبول کیا جائے گا اگر (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے گی اگر (کسی سے کوئی) بات کرے تو اس کی بات سنی جائے گی (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

ایک اور آدمی گزرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی قسم یا رسول اللہ یہ (ہماری نظر میں تو) غریب مسلمان ہے اگر (کسی کے ہاں) نکاح کا پیغام بھیجے تو کوئی اسے رشتہ نہیں دیگا اگر (کسی کی) سفارش کرے (تو وہ) قبول نہیں کی جائے گی اگر (کسی سے کوئی) بات کرے تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا یہ (مفلس مسلمان) اس (دولت مند معزز) جیسے زمین بھر آدمیوں سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب فضل الفقراء)

بار بار تخویف کے ذریعے غلطی کی شدت کا احساس دلانا

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دستہ کی صورت میں روانہ فرمایا ہم نے صبح صبح جہینہ کے گاؤں حرقات پر حملہ کیا میں نے ایک آدمی کو جا لیا (اس نے

جب میری تلوار دیکھی تو) اس نے لا الہ الا اللہ کہا لیکن میں نے اس پر وار کر دیا پھر مجھے اس کے بارے میں پریشانی ہوئی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا (کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اس اس طرح ہوا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا پھر بھی تو نے اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو ہتھیار سے ڈر کر کلمہ پڑھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس (کے دل) نے کہا ہے یا نہیں؟ (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی بات فرماتے رہے حتی کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا (کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ میرا گناہ معاف ہو جاتا جس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ڈرا رہے ہیں)۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ)

یہی واقعہ حضرت جندب ابن عبداللہ بجلیؓ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب لا الہ الا اللہ حاضر ہوگا تو تم (اسامہ بن زیدؓ) کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے گناہ کی معافی کی دعا کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب لا الہ الا اللہ حاضر ہوگا تو تم کیا کرو گے؟ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے قیامت کے دن لا الہ الا اللہ حاضر کیا جائے گا تم کیا کرو گے؟

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ ج ا)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ (اچانک) میں نے اپنے پیچھے کسی کہنے والے کی آواز کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا

{اعلم یا ابا مسعود اعلم یا ابا مسعود}

ابو مسعود جان لو ابو مسعود جان لو! میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی کہ تجھے اس پر قدرت حاصل ہے ابو مسعود فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی بھی اپنے کسی غلام (یا لونڈی) کو نہیں مارا۔

سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ضرب الخدام وتشمھم

یہی واقعہ امام مسلم نے حضرت ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اپنے ایک غلام کو کوڑا لے کر مار رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے ایک آواز سنائی دی کہ ابو مسعود! تمہیں معلوم ہونا چاہئے غصے کی وجہ سے میں نے توجہ نہ دی کہ یہ کس کی آواز ہے جب وہ (آواز دینے والے) قریب آ گئے تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو

فرما رہے ہیں! ابو مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہئے میں نے کوڑا ہاتھ سے پھینک دیا ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آنحضرت کی ہیبت کی وجہ سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو مسعود تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تجھے اس غلام پر جس قدر اختیار حاصل ہے اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے میں نے عرض کیا حضور آج کے بعد میں کسی غلام کو نہیں ماروں گا ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کے لئے آزاد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو (غلطی پر شرمندہ) نہ ہوتا تو آگ تجھے جھلسا دیتی یا فرمایا آگ تجھے چھو لیتی۔

صحیح مسلم کی ہی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! جتنی تجھے اس پر قدرت حاصل ہے اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر قدرت حاصل ہے چنانچہ انہوں نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک ج ۲)

عملی طور پر تعلیم دینا

اکثر اوقات نظری تعلیم کے بجائے عملی تعلیم زیادہ اثر انداز ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریقہ اپنایا حضرت جبیر بن نفیرؓ اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے پانی منگوایا اور فرمایا ابوجبیر رضی اللہ عنہ وضو کریں ابوجبیر رضی اللہ عنہ نے منہ سے وضو کی ابتداء کی آنحضرت نے فرمایا ابوجبیر! منہ سے وضو کی ابتداء نہ کریں کافر منہ سے ابتداء کرتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور اپنے ہاتھوں کو دھو کر اچھی طرح صاف کر لیا پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور تین بار چہرہ دھویا اور دایاں بازو بایاں بازو تین مرتبہ کہنی تک دھویا اور سر کا مسح کیا (آخر میں) پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ (غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریقہ کار)

غلطی کرنے والے کو بار بار احساس دلانا کہ اس کا عذر نا قابل قبول ہے

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مر الظہر ان (مکہ کے قریب ایک جگہ) پر پڑاؤ ڈالا (وہاں پر) میں اپنے خیمے سے نکلا تو اچانک مجھے کچھ خواتین باتیں کرتی ہوئی نظر آئیں مجھے یہ منظر اچھا لگا میں واپس اپنے خیمے میں گیا اور اپنا بکسہ نکالا اس میں سے ایک عمدہ جوڑا نکال کر پہنا اور ان (عورتوں) کے پاس آ بیٹھا (ادھر سے اچانک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے

(اور مجھ سے فرمایا) اے ابوعبداللہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی میں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا اونٹ بھاگ گیا ہے میں اس کے لیے رسی تلاش کر رہا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں سے) چل دیئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل دیا (ایک جگہ رک کے اور) آپ نے اپنی چادر میرے پاس رکھ دی (مطلب یہ تھا کہ یہیں رکے رہو) اور خود (قضائے حاجت کے لیے) درختوں میں تشریف لے گئے مجھے درختوں کے سبز رنگ میں سے آپ کی کمر مبارک کی سفیدی نظر آ رہی تھی فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے پانی ٹپک ٹپک کر سینے پر گر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوعبداللہ (کنیت) تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے چلتے چلتے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملتے تو فرماتے 'السلام علیکم' ابوعبداللہ تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کیا بنا؟ یہ کیفیت دیکھ کر میں تیزی سے سفر کر کے مدینہ پہنچ گیا میں نے مسجد میں آنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔

جب کافی دن گزر گئے تو میں ایسے وقت میں مسجد کی طرف چلا جب وہ (نمازیوں سے) خالی ہو میں وہاں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا آپ صلی اللہ علیہ

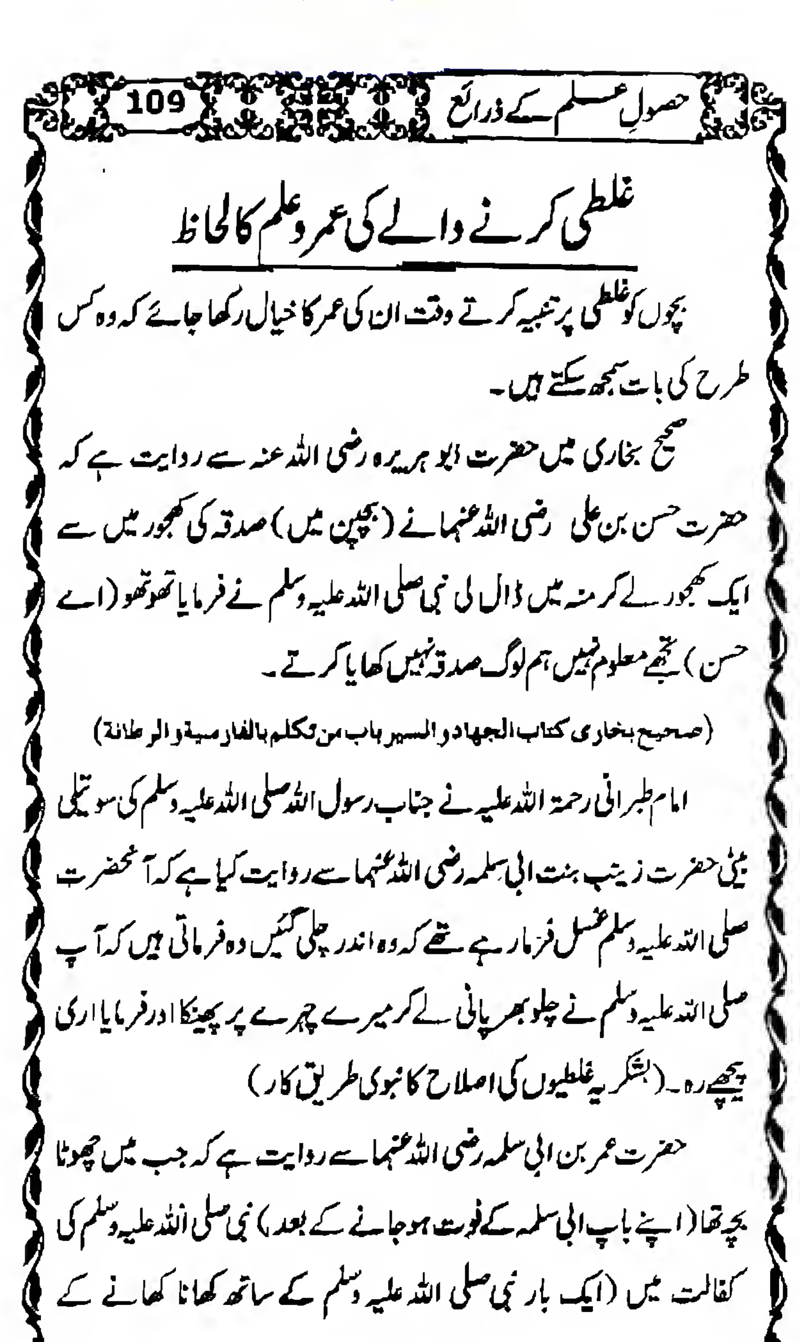
پڑھیں میں نے اپنی نماز لمبی کر دی کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر تشریف لے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو عبداللہ! جتنی چاہو لمبی نماز پڑھو جب تک تم نماز سے فارغ نہیں ہو گے میں بھی نہیں اٹھوں گا میں نے دل میں سوچا اللہ کی قسم میں ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کر لوں گا اور اپنے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل صاف کر دوں گا۔

جب میں نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو عبداللہ! السلام علیکم تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ اونٹ تو جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی بھی نہیں بھاگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا اللہ تجھ پر رحمت فرمائے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کبھی بھی وہ بات نہیں فرمائی۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ زید بن اسلمؒ نے خوات رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔

نوٹ: اِس مضمون کی مزید توضیح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت سے بھی ہو جاتی ہے، جسے آپ اِسی کتاب کے صفحہ نمبر 233 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔



غلطی کرنے والے کی عمر و علم کا لحاظ

بچوں کو غلطی پر تنبیہ کرتے وقت ان کی عمر کا خیال رکھا جائے کہ وہ کس طرح کی بات سمجھ سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (بچپن میں) صدقہ کی کھجور میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھو تھو (اے حسن) تجھے معلوم نہیں ہم لوگ صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹی حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے کہ وہ اندر چلی گئیں وہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلو بھر پانی لے کر میرے چہرے پر پھینکا اور فرمایا اری پیچھے رہ۔ (بشکریہ غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب میں چھوٹا بچہ تھا (اپنے باپ ابی سلمہ کے فوت ہو جانے کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں (ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کے

دوران) میرا ہاتھ برتن میں گھوم رہا تھا (کبھی ادھر سے کھاتا کبھی ادھر سے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا

{یا غلام سم اللہ و کل بیمینک و کل مما یلیک}

اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے داہنے ہاتھ اور اپنے نزدیک سے کھاؤ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا۔

(صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية على الطعام والاكل باليمين)

لاعلم شخص کو کوئی غلط کام کرتے دیکھ کر اس کی اصلاح کے لئے وہ طریقہ اپنایا جائے جس میں بہتری ہو۔

اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے اس واقعہ پر غور کیا جائے کہ جب ایک دیہاتی لاعلم شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس غلطی کی اصلاح کے لئے کیا طریقہ اپنایا تھا کہ جس سے بہتری ظاہر ہوئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہم مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے ایک اعرابی آیا اور مسجد میں (ایک طرف) کھڑا ہو کر پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے کہا ''رک جاؤ رک جاؤ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو اسے فارغ ہونے دو صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا

ان مسجدوں میں پیشاب کرنا یا گندگی کرنا درست نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے اور نماز کے لئے تلاوت قرآن پاک کے لئے ہوتی ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا (کہ وہ اس جگہ پر پانی کا ڈول بہادے) تو اس نے پانی کا ڈول لا کر اس جگہ پر بہادیا۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول ج ۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد کو پاک صاف رکھنے کے لئے اور برائی سے منع کرنے کے لئے جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا تھا جیسا کہ اس حدیث کی مختلف روایات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

جن میں سے کچھ الفاظ یہ ہیں:

فصاح بہ الناس لوگوں نے اسے بلند آواز سے روکا

فثار الیہ الناس لوگ غصے سے اس کی طرف بڑھے

فزجرہ الناس لوگوں نے اسے ڈانٹا

فاسرع الیہ الناس لوگ تیزی سے اس کے طرف بڑھے

فقال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ مہ

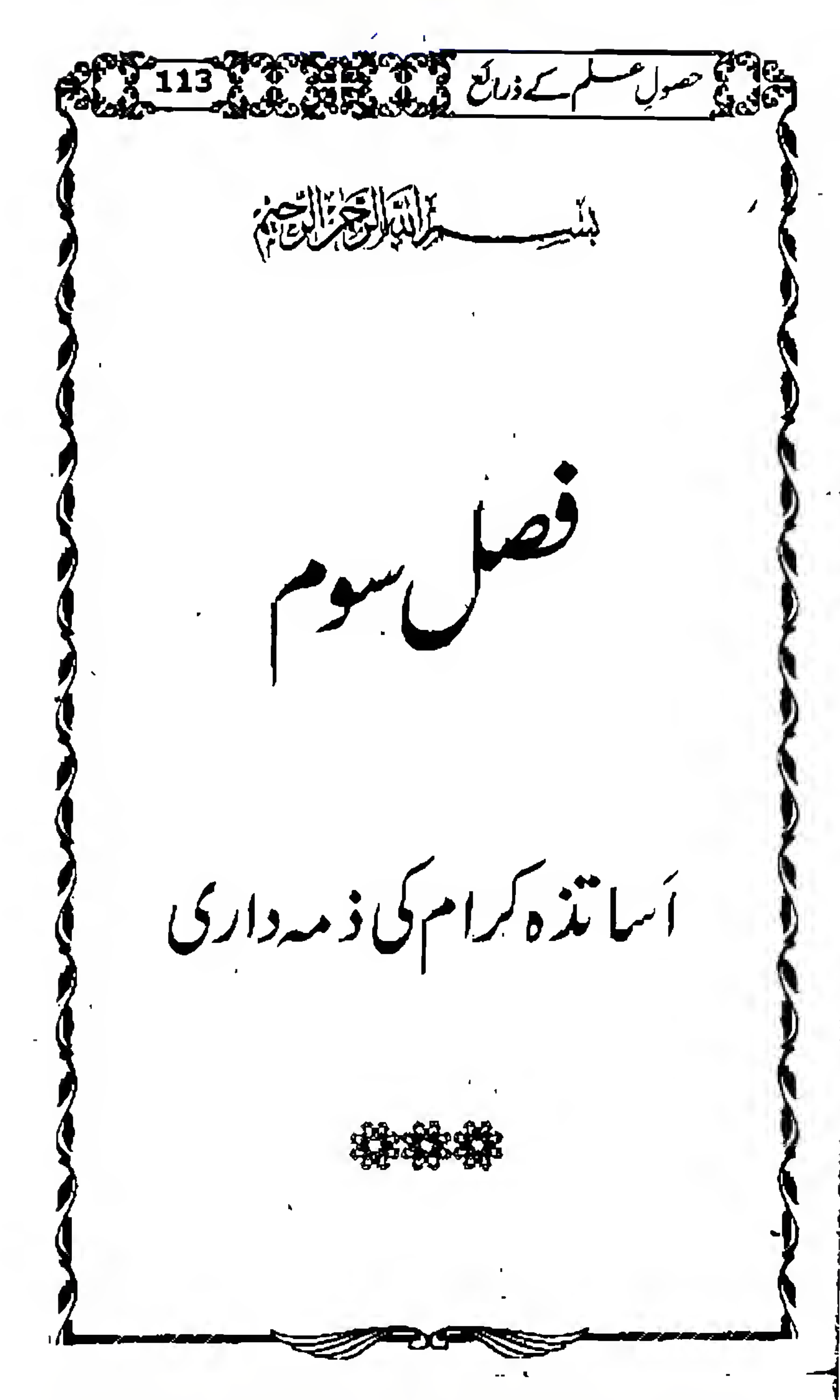
صحابہ کرام نے اس سے کہا رک جاؤ رک جاؤ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نتیجہ پر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس معاملہ میں دو صورتوں میں سے کون سی صورت بہتر ہے اس کو پیشاب کرنے سے منع کیا

جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے اگر اسے منع کیا گیا تو اس صورت میں یا تو وہ شخص عملاً پیشاب کرنے سے رک جائے گا اور اس طرح پیشاب کو روکنے سے اسے نقصان ہوگا۔

یا یہ صورت ہوگی کہ اسکا پیشاب ابھی جاری ہوگا کہ لوگوں کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوگا اور اس طرح تو نجاست مسجد میں پھیل جائے گی اور اس شخص کا بدن اور کپڑے بھی ناپاک ہوجائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ اس کو پیشاب کر لینے دیا جائے تو کم خرابی واقع ہوگی اور یہ چھوٹی برائی ہوگی۔ خاص طور پر اس لئے کہ آدمی غلطی کا ارتکاب شروع کر چکا ہے اور نجاست کا ازالہ پانی کے ذریعے ممکن ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اسے چھوڑ دے اسے روکو مت اس کی وجہ یہی تھی کہ اس طرح مصلحت اور فائدہ کو ترجیح حاصل ہو رہی تھی یعنی چھوٹی خرابی کو برداشت کر کے بڑی خرابی کو روکا جائے اور چھوٹے فائدہ کو چھوڑ کر بڑا فائدہ حاصل ہو اسی طرح تعلیم کے بہت سے ذرائع ہیں حالات کے مطابق کوئی بھی مناسب ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

اساتذہ کرام کی ذمہ داری

عالم کی فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہدایت اور علم کی باتیں مجھ کو دے کر بھیجیں ان کی مثال زوردار مینہ کی سی ہے جو زمین پر برسا اور بعض زمین عمدہ تھی جس نے پانی کو چوس لیا اور اس نے گھاس و سبزی خوب اگائی اور بعض زمین سخت تھی اس نے پانی تھام لیا اللہ نے لوگوں کو اس سے فائدہ دیا انہوں نے پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو دیا۔

اور بعض زمین ایسی تھی جس پر یہ مینہ برسا جو صاف چٹیل تھی نہ تو پانی کو اس نے تھاما اور نہ اس نے گھاس اگائی (پانی اس پر سے بہہ کر نکل گیا) یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ پیدا کی اور اللہ نے جو مجھ کو دے کر بھیجا اس سے اس کو فائدہ ہوا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کی جس نے اس پر سر نہیں اٹھایا اور اللہ کی ہدایت جو میں دے کر بھیجا گیا اسے نہ مانا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم وعلم حدیث نمبر ۸۴)



اُستاد کی توجہ اور اخلاص

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اردگرد کے لوگوں کے کاموں کو توجہ سے ملاحظہ فرماتے تھے تاکہ انہیں تعلیم دے سکیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے لیکن ہمیں محسوس نہ ہوا جب وہ (شخص نماز سے) فارغ ہوا تو اس نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی پس وہ آدمی لوٹ گیا اور جا کر نماز پڑھی جس طرح کہ پہلے پڑھی تھی پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو لوٹایا اور فرمایا جا کر دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی اس طرح اس نے تین دفعہ نماز پڑھی (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی) پھر اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق بنایا ہے میں اس سے زیادہ اچھے طریقے سے نہیں جانتا (لہٰذا آپ ہی مجھے سکھا دیجئے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو (سب سے پہلے اللہ اکبر کہو اور پھر قرآن میں سے جتنا آسانی سے تم پڑھ

سکوا تنا پڑھو پھر رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھ کر با آسانی سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر با اطمینان قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح تمام نماز میں کیا کر۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب وجوب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ وانہ اذالم یحسن الفاتحۃ ولا امکنہ تعلمھا قرأ ماتیسر لہ غیرھا ج ۱)

لہٰذا تربیت دینے والے میں یہ خوبی ہونی چاہئے کہ اپنے ساتھیوں کے افعال سے غافل نہ ہو۔

اسی طرح تعلیم کی حکمت میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ غلطی کرنے والے کو وہی کام دوبارہ کرنے کو کہا جائے ممکن ہے وہ اپنی غلطی سمجھ جائے اور خود ہی اس کی اصلاح کرے بالخصوص جبکہ غلطی واضح ہو جو کہ اس جیسے شخص سے نہیں ہونی چاہئے ممکن ہے وہ بھول گیا ہو اور دوبارہ کرتے وقت اسے یاد آ جائے اگر غلطی کرنے والا اپنی غلطی خود نہ سمجھ سکے تو تفصیل سے بیان کر دینا ضروری ہے اسی طرح جب کوئی شخص کسی مسئلہ کو جاننے کی خواہش کرے اس کے بارے میں سوال کرے اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو اس وقت بتانے سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور پختگی سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس اگر سوال کئے بغیر اور شوق پیدا ہوئے بغیر معلومات دی جائیں تو اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تعلیم دینے کے بہت سے ذرائع ہیں استاد حالات کے مطابق کوئی بھی مناسب ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔

غلط کام کو دوبارہ نئے سرے سے صحیح انداز سے کرنے کا حکم دینے کی ایک اور مثال صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک آدمی نے وضو کیا اس کے پاؤں پر ایک ناخن برابر جگہ خشک رہ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا واپس جا کر اچھی طرح وضو کرو وہ واپس گیا (اور وضو کیا) پھر نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب وجوب استعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ)

اسی طرح ایک اور مثال سنن ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت کلدہ بن جنبل ؓ سے مروی ہے کہ حضرت صفوان بن امیہؓ نے انہیں دودھ کھیس (گائے بھینس وغیرہ کا وہ گاڑھا دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد تین روز تک نکلتا ہے) اور ضغابیس (کھیرے یا ککڑی قسم کی کوئی چیز ہے) دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وادی کے بلند حصے پر تشریف فرما تھے حضرت کلدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سلام کئے اور اجازت لئے بغیر اندر حضور کے پاس پہنچ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے دیکھ کر) ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور کہو ”السلام علیکم“ کیا میں

اندر آ جاؤں؟

(متن ترمذی کتاب الاستیذان والادب باب العلیم قبل الاستیذان)

بعض اوقات کوئی بات یا کوئی عمل سارے کا سارا غلط نہیں ہوتا بلکہ اس میں سے کچھ غلط ہوتا ہے اس صورت میں حکمت کا تقاضہ ہے کہ صرف اتنی چیز کو غلط کہا جائے جو غلطی پر مشتمل ہو پوری بات یا سارے عمل کو غلط قرار نہ دیا جائے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

• حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے روایت ہے کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم (حضرت خالد بن ذکوانؒ جنہیں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ یہ واقعہ سنا رہی تھیں) بیٹھے ہوئے ہو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور جنگ بدر میں جو ہمارے بزرگ جاں بحق ہو گئے تھے ان کے بارے میں شعر پڑھنے لگیں اس دوران ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا۔

{وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ}

کہ ہم میں وہ نبی ہے جو کل کو پیش آنے والے حالات سے باخبر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات چھوڑ دو اور جو کچھ تم پہلے کہہ رہی تھیں وہ کہو۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح و الولیمۃ حدیث نمبر ۱۳۳)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات سے خاموش رہو اور وہ بات کہو جو تم اس سے پہلے کہہ رہی تھیں۔

(جامع ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح)

اس رویئے کے نتیجے میں غلطی کرنے والے کو اصلاح کرنے والے کے عدل وانصاف کا احساس ہوتا ہے جس کی وجہ سے غلطی کرنے والا اس کی تنبیہ کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے اس کے برعکس بعض لوگ غلطی دیکھ کر اس قدر غضب ناک ہو جاتے ہیں کہ وہ اس کی صحیح اور غلط پر مشتمل پوری بات کو غلط کہہ کر رد کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے غلطی کرنے والا بھی اپنی غلطی تسلیم کر کے اصلاح پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ غلطی پر ڈٹا رہتا ہے۔

ایک بات کو سمجھانے کے لئے تین تین بار کہنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچو جھوٹ بولنے سے'' اس کا کئی بار تکرار کرتے رہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (اس کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کیا میں نے تم کو (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تاکہ لوگ اس کو (اچھی طرح) سمجھ لیں اور جب کسی قوم کی طرف تشریف لے جاتے تو انہیں تین بار سلام کرتے۔ (حوالہ سابقہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں جو ہم نے سفر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس وقت پایا جب عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا ہم وضو کر رہے تھے پس ہم نے پاؤں پر مسح کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا "ویل للاعقاب من النار" دو یا تین بار (فرمایا) (حوالہ سابقہ)

لہٰذا استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ پڑھانے کے دوران اگر طالب علم پوچھتے ہیں تو انہیں وہ بتائے جتنی بار وہ پوچھیں لیکن اگر وہ پوچھتے نہیں ہیں تو سمجھاتے وقت ایک بات کئی کئی بار کہے تاکہ وہ بات طالب علم کے ذہن میں بیٹھ جائے اور انہیں پوری طرح استفادہ حاصل ہو۔

سوال سے زیادہ جواب دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا محرم (حج و عمرہ وغیرہ کے لئے جس نے احرام باندھا

ہو) کیا پہنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ قمیص نہ عمامہ نہ پاجامہ نہ ٹوپی نہ وہ کپڑا پہنے جس میں ورس یا زعفران لگی ہوئی ہو پس اگر (پاؤں میں پہننے کے لئے) جوتی نہ ملے تو موزے ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہن لے (جوتی کے طور پر)

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من اجاب السائل باکثر مما سالہ ۱۳۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ہے کہ محرم کیا پہنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں بتایا کہ محرم کیا نہ پہنے اس لئے کہ پہننے والی چیزیں بہت ہیں جبکہ نہ پہننے والی چند ایک ہیں اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام بلیغ کا انداز اپنایا۔

یعنی اگر آپ اسے یہ بتاتے کہ کیا کیا نہیں پہننا تو بات لمبی ہو جاتی اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کیا نہیں پہننا جبکہ اب آپ کے جواب مختصر سے اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ کیا پہننا ہے اور کیا نہیں پہننا چاہئے۔

اسی لئے سوال کرنے والے کو ایسا جواب دیا جائے جس سے بات واضح ہو جائے اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی انداز تعلیم کو اپناتے ہوئے ہر معلم کو چاہئے کہ وہ ایسا انداز اپنائے جو مختصر اور جامع ہو تا کہ سننے والے کو سمجھ آئے۔

رات کے وقت تعلیم و وعظ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے پس فرمایا سبحان اللہ آج رات کو (آسمان سے دنیا میں) کیا کیا فتنے اترے اور کیا کیا (رحمت کے) خزانے کھلے (لوگو) ان حجرے والیوں (بی بیوں) کو عبادت کے لئے جگاؤ بہت عورتیں دنیا میں پہنے اوڑھے ہیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم والعظة باللیل حدیث نمبر ۱۱۵)

رات کو علم کی باتیں کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا تم نے اس رات کو دیکھا (اسے یاد رکھنا) اب سے سو برس کے بعد جتنے لوگ اس وقت زمین پر ہیں ان میں سے کوئی نہیں رہے گا۔

(صحیح بخاری کتاب السمر بالعلم کتاب العلم حدیث نمبر ۱۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ بنت حارث کے گھر میں سویا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور

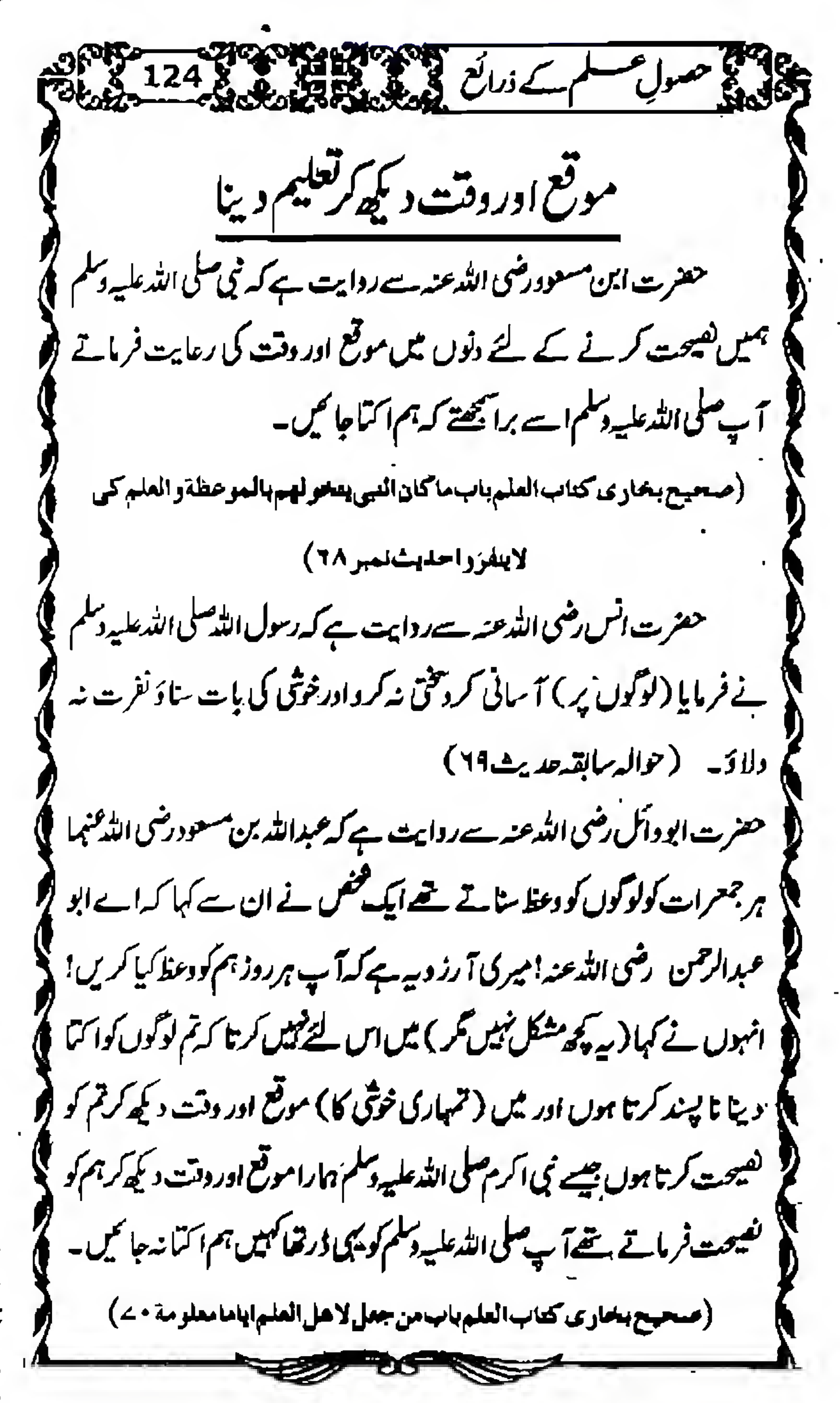
اسی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کے پاس سوئے (ان کی باری تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر میں آئے اور چار رکعتیں پڑھیں اور سو گئے پھر اٹھے اور فرمایا کیا بچہ سو گیا یا اور کچھ ایسا ہی کہا پھر (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے میں بھی جاگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے دائیں طرف کر لیا اور پانچ رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعت (فجر کی سنتیں) پڑھیں پھر آپ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے کی آواز سنی پھر (صبح کی) نماز کے لئے (گھر سے) نکلے۔ (حوالہ سابقہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پیغمبر و رسول تھے وہاں معلم انسانیت بھی تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاگردوں کو رات کے وقت قصے و کہانیاں نہیں بلکہ دین کی تعلیم دیتے تھے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

{ إن ہو إلا وحی یوحی ۝ علمہ شدید القوی

}(پ ۲۷: النجم رکوع ۱ آیت ۴،۵)

نہیں وہ بولتا (دل بہلانے کے لئے) اپنی مرضی سے بلکہ اس پر وحی کی جاتی ہے۔



موقع اور وقت دیکھ کر تعلیم دینا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نصیحت کرنے کے لئے دنوں میں موقع اور وقت کی رعایت فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے برا سمجھتے کہ ہم اکتا جائیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب ما کان النبی یتخولهم بالموعظة و العلم کی لا ینفروا حدیث نمبر ٦٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگوں پر) آسانی کرو سختی نہ کرو اور خوشی کی بات سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔ (حوالہ سابقہ حدیث ٦٩)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ سناتے تھے ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ! میری آرزو یہ ہے کہ آپ ہر روز ہم کو وعظ کیا کریں! انہوں نے کہا (یہ کچھ مشکل نہیں مگر) میں اس لئے نہیں کرتا کہ تم لوگوں کو اکتا دینا ناپسند کرتا ہوں اور میں (تمہاری خوشی کا) موقع اور وقت دیکھ کر تم کو نصیحت کرتا ہوں جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا موقع اور وقت دیکھ کر ہم کو نصیحت فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی ڈر تھا کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من جعل لاهل العلم اياما معلومة ٧٠)

عورتوں کی تعلیم کے لئے الگ دن مقرر کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مرد آپ کے پاس آنے میں ہم پر غالب آگئے لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک دن مقرر کر دیجئے۔ آپ نے ان سے ایک دن ملنے کا وعدہ فرمایا اس دن ان کو نصیحت کی اور شرع کے حکم بتائے ان باتوں میں جو آپ نے فرمائیں یہ بھی تھا کہ تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے گی تو وہ (آخرت میں) اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے، ایک عورت نے عرض کیا اگر دو بھیجے تو آپ نے فرمایا اور دو بھی۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم حدیث نمبر ۱۰۱)

اسی طرح ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مردوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے بعد پھر مردوں کی صف سے) نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ کا خیال ہوا کہ عورتوں تک میری آواز نہیں پہنچی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان کو خیرات کرنے کا حکم دیا (یہ سن کر) کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی، کوئی انگوٹھی، اور بلال رضی اللہ عنہ نے پہنے ہوئے کپڑے کے کونے میں (یہ خیرات) لینا شروع کی۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب عظۃ الامام النساء و تعلیمھن حدیث نمبر ۹۷)

لونڈی اور گھر والوں کو تعلیم دینا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا۔

ایک تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا دوسرے وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں اور اپنے مالکوں کا بھی۔

تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو وہ اس سے صحبت کرتا ہو پھر اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم کرے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب تعلیم الرجل امته و اهلة حدیث نمبر ۹۷)

تعلیم دینا تو ویسے ثواب کا کام ہے چاہے کسی کو بھی دی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے:

{خیر کم من تعلم القرآن و علمه}

تم میں سے بہتر قرآن کی تعلیم دینے والا اور تعلیم کو لینے والا ہے۔

اور انسان جس کا سرپرست ہے اس کو تعلیم دینا تو زیادہ ضروری ہے اور اس کے بارے میں بھی سرپرست سے سوال ہوگا اور اسی کو ثواب و گناہ ہوگا۔

اسی لئے وہ جس کا سرپرست ہے اس کو تعلیم دینا اس کا زیادہ حق ہے لہٰذا سب سے پہلے اپنے گھر والوں یا قریبی رشتے داروں کو تعلیم دی جائے تاکہ اللہ نے جو سرپرستی دی ہے اسکا پورا حق ادا ہو جائے اور اللہ کے ہاں اجر پا کر کامیاب ہو جائیں۔

تعلیم دینے کے دوران کسی بری بات پر غصہ کرنا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو نماز پڑھنا مشکل ہو گیا ہے فلاں صاحب (معاذ بن جبل) نماز (بہت) لمبی پڑھاتے ہیں، ابو مسعود نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی وعظ میں اس دن سے زیادہ غصے میں نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم نفرت دلانے لگے دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کوئی بیمار ہوتا ہے کوئی ناتواں اور کوئی کام والا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رای مایکرہ حدیث نمبر - ۹۰)

حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

ایک شخص نے پڑی ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا بندھن یا ظرف اور اس کی تھیلی کی پہچان رکھ پھر ایک برس تک لوگوں سے پوچھتا رہ پھر اپنے کام میں لا پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو ادا کر اس نے کہا گما ہوا اونٹ اگر ملے یہ سن کر آپ اتنا غصہ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں گال سرخ ہو گئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا تجھے اونٹ سے کیا واسطہ وہ تو اپنی مشک اور اپنا موزہ اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ خود پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے اور درخت کے پتے چر لیتا ہے اس کو چھٹا رہنے دے جب تک اس کا مالک آئے اس نے کہا گمی ہوئی بکری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو تیرا حصہ ہے یا تیرے بھائی (اس کے مالک) کا یا بھیڑیے کا۔

(حوالہ سابقہ حدیث نمبر ۹۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں پوچھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا معلوم ہوا۔ جب بہت پوچھا پوچھی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اب جو چاہو پوچھتے جاؤ،

ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے، پھر دوسرا کھڑا ہوا کہنے لگا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے شیبہ کا غلام

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے غصے کو دیکھا تو کہنے لگے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں (کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلایا)

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظة والتعليم اذا رأى مايكره حدیث نمبر ۹۲)

استاد کا شاگردوں سے سوال کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمانوں کی وہی مثال ہے مجھ سے بیان کرو وہ کون سا درخت ہے؟

یہ سن کر لوگ جنگل کے درختوں میں پڑ گئے (ان کی طرف ان کا خیال گیا) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (وہاں بزرگ موجود تھے) مجھ کو شرم آئی آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہی بتائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب طرح الامام المسألة علی اصحابه لیختبر ما عندھم من العلم حدیث نمبر ۶۲)

حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اسی رات کو بارش بھی ہوئی تھی نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے کیا فرمایا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اس صبح میرا کوئی بندہ مجھ پر ایمان لانے والا بن گیا اور کوئی کفر کرنے والا بن گیا جس نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ملی ہے تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا بنا اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا ہوا اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہوا۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم حدیث نمبر ۸۰۴)

شاگردوں کے لئے دعا کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (اپنے سینے سے) چمٹایا اور دعا فرمائی۔

{اللھم علمہ الکتاب}

اے اللہ! اس (ابن عباس رضی اللہ عنہ) کو قرآن کا علم دے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب حدیث نمبر ۷۵)

جب کوئی شاگرد توجہ اور اخلاص شوق سے پڑھے اور استاد کو اپنا سبق کما حقہ یاد کر کے سنائے تو ضروری ہے کہ استاد کے دل میں ایسے شاگرد کے لئے محبت ہوتی ہے۔

اس لئے استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے اس شاگرد کے لئے علم کے اضافہ کی دعا کرے اور استاد کی دعا شاگرد کے حق میں ضرور قبول ہوگی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کے لئے دعا کی وہ دعا واقعی قبول ہوئی اور انہیں ترجمان قرآن کا لقب حاصل ہوا۔

عبداللہ بن دینارؒ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے سوال کیا۔

﴿ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما وجعلنا من

الماء کل شیء حی افلا یومنون﴾

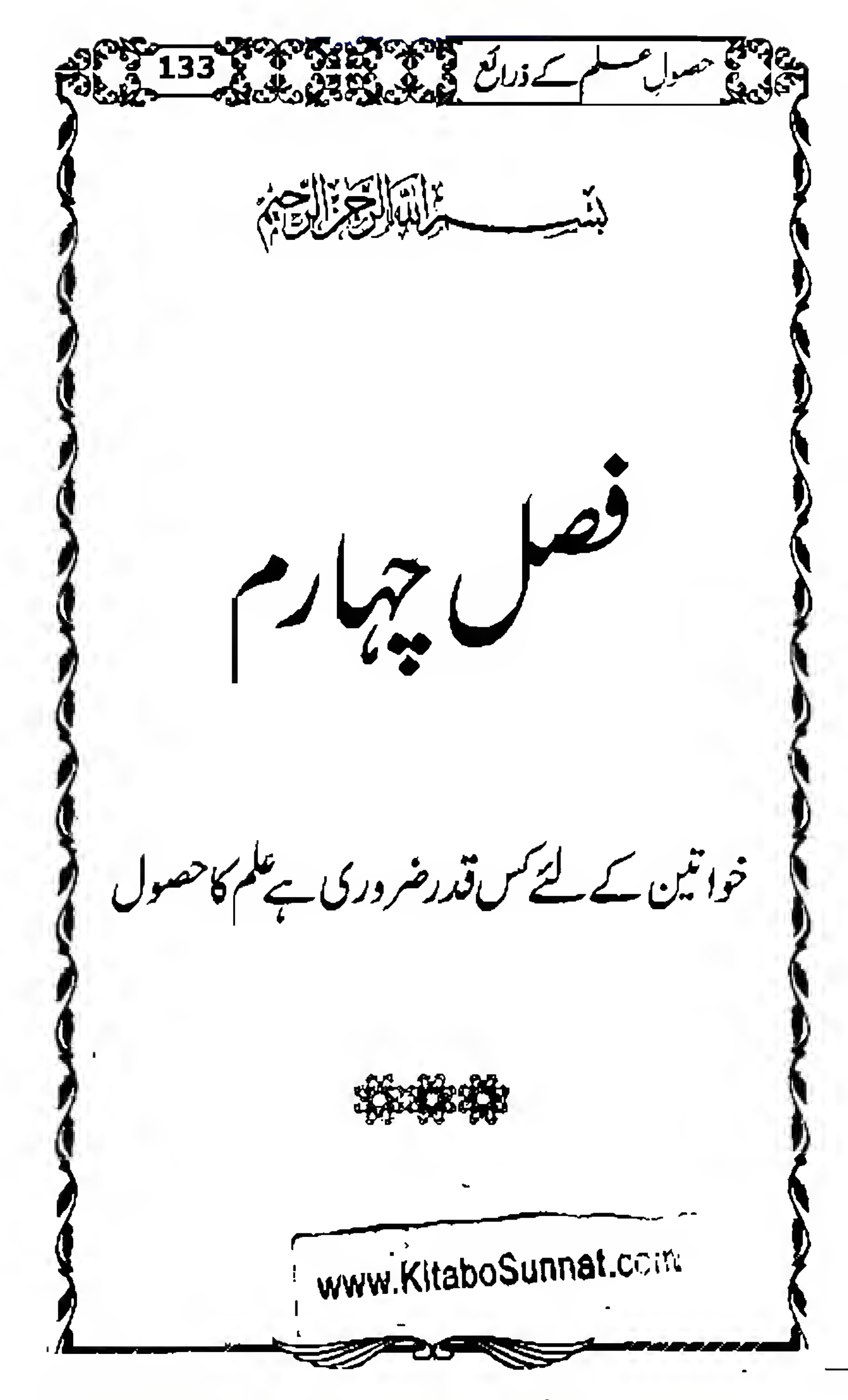
یہ کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کیا اور ہم ہر چیز کو زندہ کرتے ہیں پانی سے کیا پس (اب وہ) ایمان نہیں لاتے۔ (پ ۱۷ الانبیاء رکوع ۳ آیت ۳۰)

اس آیت کے بارے میں تو ابن عمر نے کہا اس شیخ (ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور اس سے سوال کرو پھر میری طرف لوٹ کر آنا اور جو وہ کہے اس کی مجھے خبر دینا پس وہ گیا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اور ان سے سوال کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں آسمان ملا ہوا تھا کہ بارش نہ ہوتی تھی اور زمین ملی ہوئی تھی کہ اس سے نباتات نہ اگتی تھی پس زمین کو پیدا کیا اس کے اہل کے ساتھ، کھولا گیا آسمان کو بارش سے اور زمین کو کھولا گیا نباتات سے۔

پس وہ سائل لوٹا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور اس کو خبر دی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب میں جان گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرآن کا علم دیا گیا ہے سچ کہا ایسا ہی تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جرأت تفسیر مجھے تعجب میں ڈالتی تھی پس اب میں جان گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرآن کا علم دیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۲)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

خواتین کے لئے کس قدر ضروری ہے علم کا حصول

خواتین کے لئے کس قدر ضروری ہے علم کا حصول

اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کئے ہیں ان میں سے ایک حق تعلیم بھی ہے جو کہ اشرف المخلوقات کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز رکھتا ہے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

{اقرا باسم ربک الذی خلق) (1خلق الإنسان من علق) (2 اقرا وربک الاکرم) (3الذی علم بالقلم) (4علم الإنسان مالم یعلم)(5}

(سورہ علق:۵-۱ عم پارہ)

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا تو پڑھتا رہے تیرا رب کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

{طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم}

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

یہ بات آج سے چودہ سو برس پہلے کی ہے جب عورت کو کسی بھی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے اس کی حیثیت ذاتی املاک سے بڑھ کر نہ تھی۔ اسلام نے اس

وقت عورت کی تعلیم پر زور دیا جس وقت دنیا میں تعلیم نسواں کا کوئی تصور نا پایا جاتا تھا لہٰذا خاتون اسلام اپنے عقلی وفکری کمالات کے حصول کے لئے ہر طرح کے وسائل واسباب اختیار کرنے کا حق رکھتی ہے کیونکہ عقل وفہم کی وجہ سے انسان تمام قسم کے شر وفتن سے محفوظ رہتا ہے اور ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

جو عقل وفہم سے محروم ہے وہ دین سے بھی محروم ہے اور دین سے جو محروم ہو جائے اس کے اندر کوئی خوبی اور سلامتی نہیں ہے۔

عقل ہی سے انسان حیوان سے ممتاز ہوتا ہے لہٰذا ذہنی ارتقاء عقلی عروج کے لئے علم ومعرفت اور تجربے کا حصول لازمی ہے۔

ذہنی ارتقاء اور عقلی کمالات کے حصول کا ذریعہ کتاب وسنت کے علوم و معرفت میں عبور حاصل کرنا ہے اور علماء کی مجالس سے استفادہ اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور نیک وصالح خواتین کی صحبت اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مقصد زندگی کو پہچانیئے

عورتوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ وہ فقط گھر کے اندر کھانے بنانے کے لئے نہیں پیدا ہوئیں فقط گھروں میں بچوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں پیدا ہوئیں، گھر کو صاف رکھنا بھی زندگی کا حصہ ہے، اپنے والدین اور

دوسرے لوگوں کا خیال رکھنا بھی زندگی کا حصہ ہے، مگر یہ سب کچھ اللہ کے ہاں تبھی مقبول ہوگا جب یہ سارے کام اللہ کے حکموں کے مطابق کریں گی۔ شریعت وسنت کے مطابق کریں گی اللہ کو ناراض کر کے ساری دنیا کو راضی کر بھی لیا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، کوئی بھی کام صحیح تو اس وقت ہوگا جب وہ اللہ کے ہاں مقبول ہو، لہٰذا یہ ذہن میں رکھیں اپنے پروردگار کو راضی کرنا اور اپنے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا اور ان کی ایک ایک سنت پر عمل کرنا زندگی کا سب سے بڑا فریضہ ہے اور اپنے اس فریضہ سے تبھی آگاہ ہوسکتی ہیں جب وہ دینی تعلیم حاصل کریں گی۔

مرد پڑھا فرد پڑھا

آج ہمارے گھروں میں نیکی اور دینداری کا ماحول نہیں رہا، گھر کا ماحول تو اصل میں عورتیں ہی بناتی ہیں مرد جتنا بھی زور لگالیں وہ گھر کا ماحول نہیں بنا سکتے، لیکن اگر عورت چاہے تو گھر کا ماحول آسانی سے بنا لیتی ہے عورت گھر کی ملکہ ہوتی ہے، مرد نے تو تلاش معاش کے سلسلے میں گھر سے باہر رہنا ہوتا ہے، پیچھے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال وغیرہ عورت کے ذمہ ہوتی ہے اسی لئے داناؤں کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو اور اس کے پاس اتنے وسائل ہوں کہ وہ دو میں سے ایک کو تعلیم دلوا سکتا ہو تو

اس آدمی کو چاہیے کہ وہ بیٹی کو دین کی تعلیم پہلے دے اس لئے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، اور عورت پڑھی خاندان پڑھا، جب کوئی بچی پڑھ جائے گی تو پھر کل کو یہ گھر کی مالکہ بنے گی اس کا شوہر ہوگا، اس کی اپنی اولاد ہوگی اور گھر کے دوسرے افراد ہوں گے اس وقت یہ گھر کے اندر دینی ماحول بنانے میں مرکزی کردار ادا کرے گی اس لئے بچیوں کو دین پڑھانا اور ان کو گھر کا ماحول بنانے کی ذمہ داری سونپنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

مشکوۃ شریف کی وجہ تالیف

مشکوۃ المصابیح تو لکھی ہی اسی لئے گئی تھی کہ عورتیں اگر بخاری تک کی تمام صحاح ستہ کی کتابوں کا تفصیلی علم نہیں پڑھ سکتیں یا نہیں پڑھا سکتیں تو چلو ایک ایسی کتاب بنا دی جائے کہ جس میں صحاح ستہ کے ہر باب کی احادیث آجائیں اگر عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں اور بچیوں کو پڑھا دیں تو انہیں دین کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا۔

صحابیات میں علم دین کی طلب

احادیث میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ صحابیات رضی اللہ عنہن دین کا علم حاصل کرنے کے لئے بے تاب رہتی تھیں، ایک صحابیہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ! کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مرد حضرات تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث سن لیتے ہیں مگر ہم عورتیں گھروں میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور گھر کے کام کاج سمیٹتی ہیں جس کی وجہ سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ باتیں نہیں سن پاتیں لہٰذا آپ کوئی دن متعین فرما دیجئے جس میں ہم حاضر خدمت ہو جایا کریں گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس علم میں سے حصہ عطا کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کا دن متعین فرما دیا اس طرح ہر بدھ کو صحابیات جمع ہوتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو پردے میں دین کا علم سکھایا کرتے تھے۔

عورتیں کچھ علوم میں مردوں سے بھی آگے

بعض خوبیاں تو ایسی ہیں جن میں عورتیں مردوں سے بھی بازی لے گئیں اور اول نمبر پر رہیں۔

۱۔ مثال کے طور پر امت محمدیہ میں لسان نبوت سے قرآن مجید سننے کی سعادت سب سے پہلے عورت نے حاصل کی جن کا نام خدیجۃ الکبریٰ تھا۔

۲۔ اسی طرح امت محمدیہ میں دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بھی

سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ نے پائی یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو امتیوں میں سب سے پہلے جس کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پڑی وہ ایک عورت تھی۔

خواتین کے علمی کارنامے

جب ہم اپنے شاندار ماضی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت خواتین کا علمی ذوق درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا وہ نہ صرف دینی علوم سیکھتی اور سکھاتی تھیں بلکہ روزمرہ معاملات میں چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی علمی نظر رکھتی تھیں حتیٰ کہ بسا اوقات عورتیں ایسے ایسے نکات پیش کرتی تھیں کہ مرد بھی حیران رہ جاتے۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ کی تعلیم کا اہتمام

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابیات کی تعلیم و تربیت کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا، ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا لکھنا نہیں جانتی تھیں ان کو لکھائی سکھانے کے لئے آپ نے خود شفاء عدویہ کو سفارش کی اور فرمایا کہ تم میری بیوی کو لکھنا سکھا دو اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کی تعلیم کا اہتمام کرنا چاہیئے انہیں پڑھانا چاہیے۔

کتابت قرآن میں خواتین کا کردار

ماضی میں نوجوان لڑکیوں نے قرآن مجید کو سفینوں میں محفوظ کرنے میں مردوں سے زیادہ نمایاں کردار ادا کیا پہلے زمانے میں پرنٹنگ پریس تو نہیں ہوتے تھے اس لئے قرآن مجید کو ہاتھ سے لکھا جاتا تھا اتنے کاتب مرد بھی نہیں ہوتے تھے جو ہزاروں کی تعداد میں قرآن لکھتے اور ہر گھر میں قرآن پہنچ جاتا اس لئے اس زمانے میں دستور بنا ہوا تھا کہ بچیاں دین کی تعلیم پاتیں اور اپنی لکھائی کو اچھا بناتی اور جب تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے رشتے کے انتظار میں گھر میں وقت گزارتیں تو ان لڑکیوں کا یہ معمول تھا کہ اس وقت میں وہ کاغذ پر خوبصورت الفاظ میں خوش نویسی کے ساتھ اللہ کے قرآن کو باوضو ادب اور محبت کے ساتھ لکھنا شروع کر دیتیں، محبت سے بھرا ہوا ایک ایک لفظ لکھتے لکھتے سال دو سال میں وہ قرآن کو مکمل کر لیتیں پھر ماں باپ اس قرآن پر سنہری جلد بنوا دیا کرتے تھے اور جب اس بچی کی شادی ہوتی تھی تو اس کو وہ سنہری قرآن ساتھ دیا جاتا تھا یہ سسرال والوں کے لئے پیغام ہوتا تھا کہ ہماری بیٹی نے گھر میں ایسی پاکیزہ زندگی گزاری ہے کہ اس کا وقت بیہودہ باتوں میں نہیں گزرا اس صورت میں بھی لاکھوں قرآن پاک لکھے گئے اللہ نے یہ شرافت عورتوں کو بھی عطا کی کہ قرآن پاک کی حفاظت میں انہوں نے

کتابت قرآن میں خواتین کا کردار

ماضی میں نوجوان لڑکیوں نے قرآن مجید کو سفینوں میں محفوظ کرنے میں مردوں سے زیادہ نمایاں کردار ادا کیا پہلے زمانے میں پرنٹنگ پریس تو نہیں ہوتے تھے اس لئے قرآن مجید کو ہاتھ سے لکھا جاتا تھا اتنے کاتب مرد بھی نہیں ہوتے تھے جو ہزاروں کی تعداد میں قرآن لکھتے اور ہر گھر میں قرآن پہنچ جاتا اس لئے اس زمانے میں دستور بنا ہوا تھا کہ بچیاں دین کی تعلیم پاتیں اور اپنی لکھائی کو اچھا بناتی اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے رشتے کے انتظار میں گھر میں وقت گزارتیں تو ان لڑکیوں کا یہ معمول تھا کہ اس وقت میں وہ کاغذ پر خوبصورت الفاظ میں خوش نویسی کے ساتھ اللہ کے قرآن کو باوضو ادب اور محبت کے ساتھ لکھنا شروع کر دیتیں، محبت سے بھرا ہوا ایک ایک لفظ لکھتے لکھتے سال دو سال میں وہ قرآن کو مکمل کر لیتیں پھر ماں باپ اس قرآن پر سنہری جلد بنوا دیا کرتے تھے اور جب اس بچی کی شادی ہوتی تھی تو اس کو وہ سنہری قرآن ساتھ دیا جاتا تھا یہ سسرال والوں کے لئے پیغام ہوتا تھا کہ ہماری بیٹی نے گھر میں ایسی پاکیزہ زندگی گزاری ہے کہ اس کا وقت بیہودہ باتوں میں نہیں گزرا اس صورت میں بھی لاکھوں قرآن پاک لکھے گئے اللہ نے یہ شرافت عورتوں کو بھی عطا کی کہ قرآن پاک کی حفاظت میں انہوں نے

اہم کردار ادا کیا، کل قیامت کے دن قرآن کریم ان کی شفاعت کرے گا اور ان کو اللہ کے ہاں درجے ملیں گے۔

خواتین اور علوم قرآن

خواتین عالمات فاضلات میں بہت سی ایسی ہیں جنہوں نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا، لہٰذا بہت سی ایسی قاریات، حافظات اور مفسرات پیدا ہوئیں جو اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھیں انہوں نے بہت زیادہ دین کا کام کیا اور دوسرے لوگوں کو سکھایا۔

حفصہ بنت سیرین

آپ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی ذہین شاگردہ تھیں آپ نے ان کے اخلاق اور معارف سے بہت سا فائدہ اٹھایا۔ عبادت، فقاہت اور قرأت میں بلند مقام پایا حتیٰ کہ ان کو سیدات تابعیات میں شمار کیا جاتا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں پایا جس کو حفصہ بنت سیرین پر فضیلت دے سکوں، بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف کی حافظہ ہوگئی تھیں، لوگوں نے ایاس سے کہا کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی حفصہ سے کمتر ہیں کہنے لگے ہاں میرے خیال کے مطابق تو ان حضرات

کو بھی حفصہ پر فضیلت نہیں ہے ان کے بھائی محمد بن سیرین کو جب قرآن میں کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو وہ اس لفظ کو کس طرح پڑھتی ہیں اور پھر اسی کے مطابق عمل کرو۔

عائشہ بنت ابراہیم

۱۶۶ ھجری میں پیدا ہوئیں، ابن عساکر وغیرہ سے حدیث سنی قرآن مجید کی حافظہ تھیں، عورتوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتی تھیں کئی خواتین نے ان سے پورا قرآن شریف پڑھا اور بھرپور علمی استفادہ کیا۔

سلمٰی اُم الخیر

ان کے والد صاحب ان کے بارے میں کہا کرتے تھے:

سلمٰی جو میری بیٹی ہیں انہوں نے ۸۱۳ ھجری میں قرآن حفظ کرنا شروع کیا اور پھر مقدمہ النحو اور دیگر مقدمہ مجھے یاد کر کے سنائے اس کے بعد قرأت عشرہ حفظ کر کے سنائیں تلاوت اتنی صحیح کہ کیا مجال جو کوئی اختلاف چھوٹ جائے۔

علم اشعار اور عربیت بھی سیکھی، خطاطی میں بھی کمال حاصل کیا، عربی اور فارسی میں قادرۃ الکلام تھیں۔

خواتین اور علوم حدیث

علم حدیث شریعت اسلامی میں ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے روایات حدیث کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگیاں لگا دیں علم حدیث کو حاصل کرنے میں خواتین اسلام نے بھی نمایاں طور پر حصہ لیا، آغاز اسلام ہی سے بہت سی خواتین نے علوم حدیث کو محفوظ کرنے اور پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔

دور نبوت کی محدثات

نبی علیہ السلام کے دور میں خواتین نہ صرف بہت سی احادیث کی حفاظت اور روایت کرنے کا سبب بنیں بلکہ انہوں نے زندگی بھر اس کو اپنے دوسرے بہن بھائیوں میں بھی خوب پھیلایا نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صحابیات رضی اللہ عنھن اور خاص طور پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن سے حاصل کیا ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نام سرفہرست ہیں خاص طور پر سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث کی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہیں بلکہ ان سے خواتین میں سب سے زیادہ روایات مروی ہیں اور وہ بہت ہی محتاط راویہ تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احادیث کا علم تھا وہیں صحابیات رضی اللہ عنھن کو بھی بہت زیادہ علم تھا، خواتین نے بھی احادیث کے علم کو حاصل کیا اور اسے آگے دوسروں تک پہنچایا، صحابیات کے بعد متعدد تابعیات بھی ایسی آئیں جو کہ احادیث کی راویہ تھیں پھر بعد میں اور بھی بہت سی عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے اس علم کو سیکھنا اور سکھانا ہی اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔

امام مالک کی صاحبزادیاں

امام مالکؒ جو اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے وہ درس حدیث دینے کے لئے مسجد میں بیٹھتے تھے ایک پردہ لگا ہوا ہوتا تھا جس کے پیچھے ان کی بیٹیاں بیٹھتی تھیں جب مرد لوگ حدیث پاک کی قرأت کرتے تو اگر ان کے پڑھنے میں عبارت کی کہیں غلطی ہوتی تو پردے کے پیچھے سے امام مالکؒ کی بیٹیاں ایک لکڑی کو دوسری لکڑی سے مار کر ان کو ان کی غلطی سے آگاہ کرتی تھیں۔

ایک دادی کا علمی مقام

قاری محمد طیب خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی دادی صاحبہ سے مشکوٰۃ المصابیح کو سبقاً سبقاً پڑھا ہے یہ تو تھوڑے عرصہ کی بات ہے اس وقت تک کی عورتیں اپنے بچوں کو مشکوٰۃ تک کی تمام کتابیں اپنے گھروں میں پڑھایا کرتی تھیں۔

معلوم ہوا کہ اس امت میں قرآن کو محفوظ کرنے میں اور احادیث کا علم آگے پہنچانے میں جہاں مردوں نے بڑا کام کیا وہاں عورتیں بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہیں، انہوں نے بھی اللہ کی خوشنودی اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا۔

خواتین اور فن ادب

اسلام سے پہلے عرب کی علمی کائنات جو کچھ تھی وہ شاعری تھی، یا زبان کی فصاحت و بلاغت وہ اپنے آپ کو عربی کہتے تھے اور دوسروں کو عجمی کہتے تھے، عجم کے لغوی معنی گونگے کے ہیں یعنی اپنے آپ کو وہ اتنا زبان دان سمجھتے تھے کہ دوسروں کو اپنے سامنے گونگا تصور کرتے تھے عربی زبان کے اسی پس منظر کی وجہ سے اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم دینیہ کو زبان و ادب سے ہمیشہ ایک خاص تعلق رہا ہے کہ مسلمان خواتین بھی شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی

تھیں کہ جو مردوں کو بھی حاصل نہ تھا۔

سیدہ عائشہ اور علم ادب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی عہد میں پیدا ہوئی تھیں ان کے بعض قریبی رشتہ دار شعر وسخن کے جوہری تھے اسی لئے یہ علم انہوں نے بچپن میں ہی سیکھا ان کے شاگردان کو کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی شاعری پر تعجب اس لئے نہیں کرتے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوران تدریس اپنی شاگردوں کی زبان کے تلفظ اور ادائیگی کی درستگی کا بہت خیال رکھتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ذوق کو دیکھتے ہوئے شعرا اپنا کلام ان کو سنایا کرتے تھے چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ جو مدینہ کے مشہور شاعر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے اشعار سناتے تھے اس کے علاوہ دربار نبوت کے دوسرے شاعر حضرت کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہ کے نام بھی اسلسلے میں آتے ہیں۔

ہند بنت عتبہ

یہ ایک بلند ہمت، شجاع، حسن بیان سے آراستہ، مضبوط رائے والی شیریں گفتار خاتون تھیں وہ بہترین اشعار کہا کرتی تھیں جب اسلام نہیں لائی تھیں تو کفار کو اپنے اشعار کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتی تھیں

جب اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں تو میدان حق و باطل میں انہی اشعار کے ساتھ مسلمان مجاہدین کی ہمت بندھایا کرتی تھیں۔

فاطمہ بنت حسین

آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں گویا خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم و چراغ تھیں، ۴۰ ہجری میں پیدا ہوئیں، پرہیزگاری سے متصف تھیں اور جوانی ہی سے عبادت کا بہت شوق تھا، علمی اور ادبی گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے شاعرانہ علم کا ذوق بھی خوب تھا، جب کبھی کسی جذباتی کیفیت سے گزرتیں تو فی البدیہہ شعر کہہ دیتیں جب انہوں نے اپنے شوہر حسن بن حسن کے جنازے کو دیکھا تو یہ شعر کہا۔

و کانوا رجاء ثم امسوا رزیة

لقد عظمت تلک الرزایا و جلت

پہلے وہ جائے امید تھے پھر خود سہارے کے محتاج ہو گئے پھر یہ سہارے عظیم ہو گئے اور عظیم الشان ہو گئے۔

خواتین اور علم طب

ابتدائے اسلام میں خواتین میں جو صحابیات طبیبہ کے طور پر جانی جاتی تھیں ان میں شفاء عدویہ، رضیدہ اسلمیہ، ام عطیہ وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

حضرت شفاء زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں، حضرت شفاء ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پڑھنا لکھنا سکھاتی تھیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ بیماری کا علاج بھی سکھائے، اس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات کو علم طب کے سیکھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عائشہ اور علم طب

عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو طب کا ماہر نہیں پایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اشعار کہہ لیتی ہیں اس کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں لیکن آپ کو طب سے یہ واقفیت کیونکر ہوئی آپ نے جواب میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، ان کے علاج کے لئے اطباء عرب آیا کرتے تھے جو وہ کہتے میں یاد کر لیتی۔

خواتین بحیثیت طبیب کے

بعد ازاں وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے طریقہ علاج میں ترقی ہوئی اور پیشہ ور طبیب میسر آنے لگے تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ خواتین کے

صنفی تقاضوں کے پیش نظر ان کے بہتر علاج معالجے کے لئے طبیبہ خواتین کی بھی ضرورت ہے علاج کے دوران خواتین کے شرم وحیاء اور حجاب کے تقاضے بھی اسی صورت میں ملحوظ خاطر رکھے جاسکتے ہیں چنانچہ کئی خواتین نے ایک قومی خدمت سمجھتے ہوئے اس طرف توجہ دی اور اس علم کو بھی حاصل کیا اور لوگوں کی خدمات میں لگ گئیں۔

خواتین اور جدید میڈیکل سائنس

آج میڈیکل سائنس بہت ایڈوانس ہوگئی ہے ہر شعبہ ہائے علاج میں نئے نئے طریقہ کار اور ٹیکنالوجی متعارف ہورہی ہے خوشی کی بات ہے کہ ہماری قوم کی بیٹیاں بڑی تعداد میں میڈیکل سائنسز میں اپنی خدمات کوصرف کررہی ہیں ہمارا دین نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ اسے ملی فریضہ اور عبادت بھی سمجھتا ہے لیکن یہ خواتین یہ چھوٹی سی بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے بعض اوقات عمل چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن نیت اسے بڑا بنادیتی ہے اور کبھی عمل بہت بڑا ہوتا ہے لیکن نیت اسے چھوٹا بنادیتی ہے آج ہماری یہ بہنیں ہسپتالوں میں بہت بڑی خدمت کررہی ہیں لیکن یاد رکھیں کہ جب تک نیت اور طریقہ درست نہیں ہوگا تو ان کا یہ عمل عبادت کا درجہ نہیں پاسکے گا۔لہٰذا انہیں چاہیے کہ علم طب سیکھنے میں ارادہ یہ کریں کہ وہ

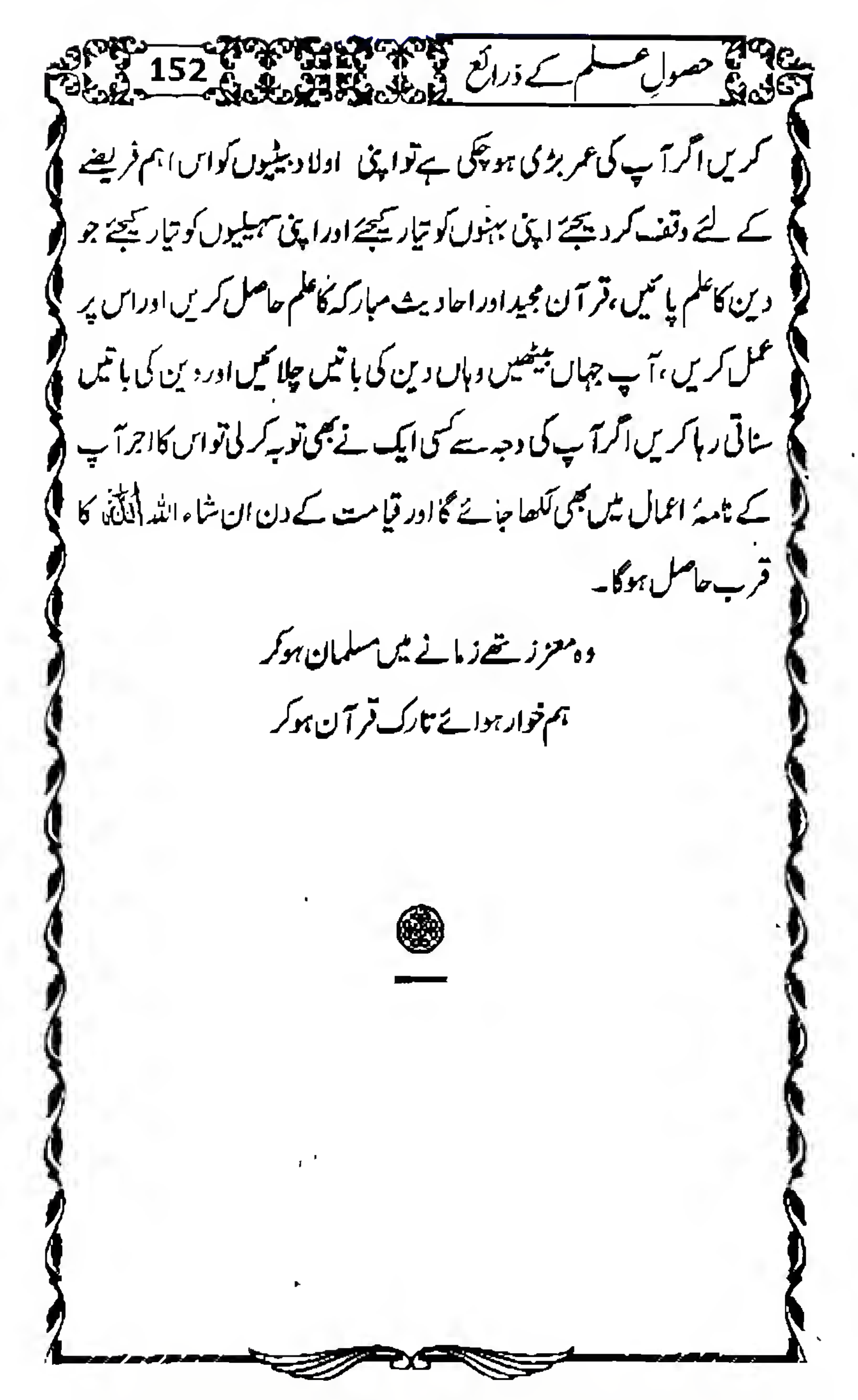
خواتین کا علاج کریں گی تا کہ خواتین کو علاج کے سلسلے میں نامحرم مردوں کے پاس نہ جانا پڑے دوسرا یہ کہ وہ اپنے پیشہ وارانہ فرائض کے دوران پردے کی مکمل پابندی کریں تا کہ ان کے اس علم سے اور پیشہ سے اللہ راضی ہوجائے اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمالے۔

بے عملی کی وجہ؟

آج کیا وجہ ہے؟ ہمارے گھروں میں اس قدر بے عملی اور بے دینی کیوں ہے؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری ماؤں بہنوں میں دینی تعلیم کی کمی ہے، ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اللہ کو راضی کرنا بھی ہماری زندگی کا مقصد ہے، اللہ کی رضا جن طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے وہ ان سے ناآشنا ہیں، اللہ کی رضا حاصل کرنے کے طریقوں کا تب پتہ چلے گا جب وہ دینی علوم کو حاصل کریں گی، علمی محفلوں میں جائیں گی، جب علم آئے گا تو پھر شعور کی آنکھ کھلے گی اور وہ نہ صرف اپنی ذاتی طرزِ زندگی کو بدلیں گی بلکہ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ ہوسکیں گی۔

علم کا نور حاصل کرنے کا طریقہ

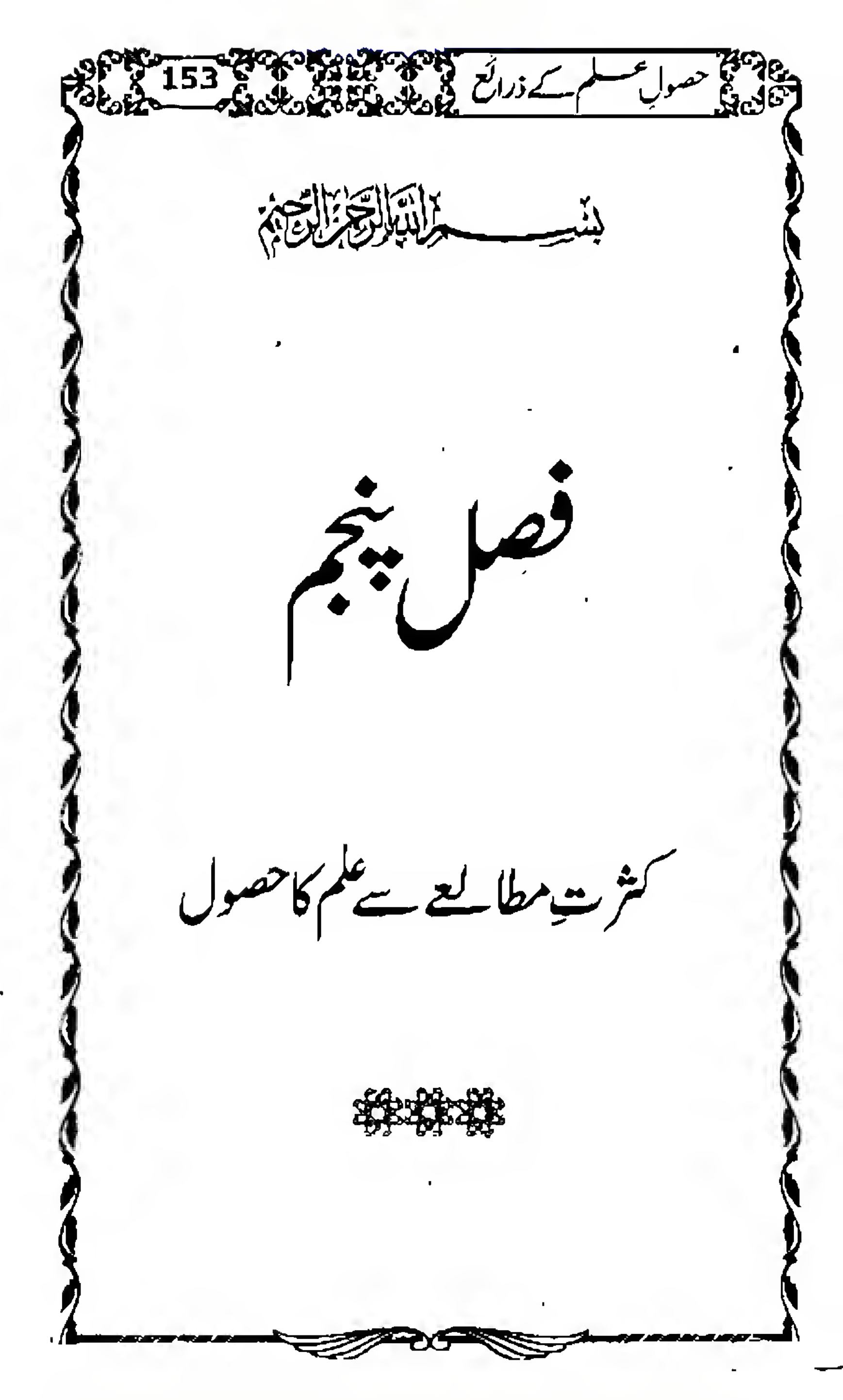
آیئے قدم بڑھا کر اپنی زندگی میں علم حاصل کر لیجئے آپ اپنے گھر کے کام کاج سمیٹ کر اپنا زیادہ وقت قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں صرف



کریں اگر آپ کی عمر بڑی ہو چکی ہے تو اپنی اولاد بیٹیوں کو اس اہم فریضے کے لیے وقف کر دیجئے اپنی بہنوں کو تیار کیجئے اور اپنی سہیلیوں کو تیار کیجئے جو دین کا علم پائیں، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں، آپ جہاں بیٹھیں وہاں دین کی باتیں چلائیں اور دین کی باتیں سناتی رہا کریں اگر آپ کی وجہ سے کسی ایک نے بھی توبہ کر لی تو اس کا اجر آپ کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا اور قیامت کے دن ان شاء اللہ اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

ہم خوار ہوائے تارک قرآن ہو کر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم

کثرتِ مطالعے سے علم کا حصول

مطالعہ کی اہمیت وافادیت

مطالعہ ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان میں علم کی تلاش وجستجو پیدا ہوتی ہے اور یہی "ذوق مطالعہ" علم کی ترقی اور علمی میدان میں ان حضرات کے بہت آگے بڑھنے کا سبب بنا کہ آج بھی ان بزرگان دین اور جانثاران علم کے نام روشن ہیں اور ان شاء اللہ روشن رہیں گے۔

لہٰذا مطالعہ ہی کے ذریعہ ہم اپنی اندرونی صلاحیتوں اور علم وحکمت کے ان نوادرات کو اجاگر کر سکتے ہیں جن کو قدرت کے ہاتھوں نے ہمارے قلب و دماغ میں محفوظ کیا ہے جس طرح ایک دریا اور سمندر میں غوطہ زن اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی اور نایاب گوہر حاصل کرتا ہے اسی طرح بحر علم و حکمت کا غواص بھی جب اس میں غوطہ زن ہوتا ہے تو یہ بھی بے شمار علمی نکات اور معلومات کو اپنے دامن علم میں بھر لیتا ہے۔

اور اسی کو ہی "مطالعہ" یا "کتب بینی" سے تعبیر کرتے ہیں جسطرح کہ ہمارے اسلاف اسی "قوت مطالعہ" اور "ذوق مطالعہ" سے آسمان علم تک پہنچے ہیں اور آسمان علم پر شمس وقمر کی طرح عالم انسانیت پر انوارات علم کی ضیاء بنتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ بے شمار اہل علم حضرات کے نفوس ہمارے درمیان اگرچہ موجود

نہیں مگر ان کے علوم ہمارے درمیان موجود ہیں! کتابوں کا اس قدر بڑی تعداد میں موجود ہونا اس کی کھلی شہادت ہے! ہمارے اسلاف اور بحر علم کی تحقیق اور مطالعہ کا معیار اور اصول یہ تھا کہ جب تک دم میں دم باقی رہے اس وقت تک علم کی تلاش اور جستجو سے اپنا دامن پیچھے نہ رہنے پائے۔

بس علمی کمالات کی اصل یہی "مطالعہ" اور "کتب بینی" ہے اور اسلاف کی سیرت میں یہی چیز نمایاں نظر آتی ہے 'علمی لیاقت'، 'علمی استعداد'، 'علمی نکات' اور کثیر معلومات کا ہونا 'کثرت مطالعہ' ہی ہے یہی ایک ذوق ایسا ذوق ہے کہ جس کو ہر صاحب علم نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور تمام زندگی اس ذوق کی تکمیل پر ہی صرف کر دی ان کے علمی کمالات کی بنیاد مطالعہ کی یہی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے تھے اب مطالعہ معدوم لہٰذا علمیت معدوم وہ ایک دور تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ، طالبات جو مطالعہ اور راہ علم میں تکالیف برداشت کرنے میں مشہور تھے اب رفتہ رفتہ علم و مطالعہ کا ذوق ہم میں ختم ہوتا جا رہا ہے اب آسانی کی جانب میلان بڑھ رہا ہے زندگی کا بلند مقصد ہماری نظروں سے اوجھل ہو رہا ہے اور ہمارا علمی دائرہ بہت ہی تنگ ہوتا جا رہا ہے ہمارے قیمتی اوقات کا اکثر حصہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور فضول کلام کی نذر ہو جاتا ہے اور لا یعنی تعلقات کی یہی کثرت ہی ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو کسی کام کا نہیں

چھوڑتا البتہ علم کے طالبوں کے لئے یہ اشد ضرورت ہے کہ علمی مشاغل میں راحت و سرور محسوس کریں مطالعہ و تصنیف و تالیف کا فطری ذوق و شوق ہونا چاہئے اور پھر اس ذوق و شوق میں نہ مخلوق سے اس کے صلہ کی پرواہ ہو اور نہ ہی ستائش کی تمنا ہو بلکہ آخرت کے اجر و ثواب پر یقین ہونا چاہئے۔

ع انساں کو بناتا ہے اکمل مطالعہ،
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ،
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

اہل علم اور ذوق مطالعہ

علمائے اسلاف کی زندگی ہماری نسلوں کے لئے بہترین نمونہ ہے اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے جاذبیت کا عنصر ہے کہ ہم اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ علم کے ساتھ مزین کریں علم دماغ کے لئے ایسے ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے علمائے اسلاف کے ذوق مطالعہ، ذوق علم اور علم نوازی علم فیاضی نیز تحقیق و تلاش نے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ کیا اور علم کی اشاعت دین و مذہب کے پھیلاؤ اور آنے والی نسلوں کے لئے علم کے خزانے کو محفوظ کیا۔ علمائے اسلاف کا یہ قابل فخر اور ممتاز کارنامہ ہے کہ ان

حضرات کے علمی ذوق انہماک نے اس میدان کو کس قدر وسیع بنایا کہ جو بڑے بڑے کتب خانوں کی شکل میں دنیا کے سامنے آئے تاریخ کی کتابوں میں ان حضرات کے اس کارنامہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے جس کا دوسری قوموں نے بھی کھل کر خوب اعتراف کیا ہے۔

۱۔ محمد بن اسماعیل بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث ہے تو صرف اور صرف کثیر علم رکھنے کی وجہ سے راتوں کو اٹھ اٹھ کے مطالعہ کرتے اور جو حدیث کا فائدہ ان کے دل میں آتا اسے لکھ لیتے تقریباً ایک رات میں بیس مرتبہ اٹھتے اور چراغ جلاتے۔

۲۔ مسلم بن حجاج امیر المحدثین آپ کتب و حدیث کا مطالعہ اور کسی حدیث شریف کی تلاش میں مصروف تھے اور خرما کی ایک ٹوکری آپ کے پاس رکھی تھی، درمیاں مطالعہ آپ اس ٹوکری سے خرما لے کر کھاتے رہے مگر انہاک اس قدر تھا کہ محسوس تک نہ ہوا یہاں تک کہ اس قدر زائد مقدار میں خرما کھائے کہ بدہضمی ہو کر وفات تک ہو گئی۔

۳۔ حکیم جالیسنوس سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اپنے ساتھیوں کی بہ نسبت حکمت زیادہ کیسے حاصل کی فرمایا اس طرح کہ میں نے مطالعہ کے لئے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا ہے جتنا وہ شراب پر خرچ کر چکے ہیں۔

(علمائے سلف)

یہی طریقہ کار تمام اہل علم کے ذوق مطالعہ کا تھا کہ کھانا پینا بھول جاتے مگر مطالعہ نہ ترک کرتے۔

کسی عالم کی نظر کمزور ہو گئی تو کوئی مفلوج ہو گیا مگر مطالعہ کا شوق وذوق تاحیات زندہ رہا۔ مزید مثالیں آئندہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو بڑا، چھوٹا خوب جانتا ہے، آپ کا اپنا بیان ہے کہ جب میری عمر سولہ سال کی تھی، تو میں نے ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کر لی تھیں۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ "حفظ کی دوا کثرت مطالعہ اور کتب بینی ہے"۔

امام نووی کی "تہذیب الاسماء واللغات" میں اور تاج السبکی کی "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں آیا ہے، کہ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے گھر پر امام بخاری کے ساتھ تھا، وہ احادیث پر تعلیقات کیلئے اٹھارہ مرتبہ بستر سے اٹھے اور چراغ جلایا۔

امام محمد بن الوارق البخاری نے کہا کہ امام ابوعبداللہ البخاری کے ساتھ جب میں سفر پر ہوتا تو ایک رات میں ہم کبھی کبھار بیداری کی حالت میں جمع ہوتے، میں ان کو دیکھتا کہ وہ ایک رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے اور چقماق

لے کر آگ جلا کر چراغ جلاتے پھر احادیث کا مجموعہ نکالتے ان پر نشان لگاتے، پھر سر رکھ لیتے، سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھتے، مجھ کو نہیں جگایا کرتے تھے، میں نے اُن کو کہا کہ آپ اپنے نفس پر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں جگاتے تو فرمانے لگے کہ تم نوجوان ہو، میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔

ایک دن ہم "فیربز" میں تھے میں نے دیکھا کہ چت لیٹے ہوئے ہیں، جب آپ کتاب التفسیر لکھ رہے تھے اس دن آپ نے تخریج احادیث میں اپنے آپ کو بہت زیادہ تھکا دیا تھا، میں نے کہا اے ابوعبداللہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے کوئی کام بغیر علم کے نہیں کیا جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے، تو اس چت لیٹنے کے بارے میں آپ کا کیا علم ہے؟ تو فرمایا کہ میں آج بہت تھک چکا ہوں اور یہ سرحد ہے مجھ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں دشمن کی طرف سے ہم کو کوئی معاملہ پیش نہ آجائے، اس لئے میں نے چاہا کہ میں کچھ استراحت کر کے اس معاملہ کے لئے تیاری پکڑ لوں کہ اگر اچانک دشمن ہم پر شب خون مارے تو ہم میں بھی مقابلہ کی قوت ہونی چاہئے، آپ تیراندازی کے لئے سواری بھی کیا کرتے تھے، میں نے ان کے ساتھ اپنے طویل سفر میں کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے تیر کا نشان خطا ہوا ہو، سوائے ایک مرتبہ کے، اور گھوڑ دوڑ میں تو کوئی آپ سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے تفسیر میں چھوٹی بڑی ایک سو سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا''۔

(تفسیر سورۃ النور ابن تیمیہ ص ۱۳٦)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

{ربما طلعت علی الآیة الواحدة نحو مائه تفسیر، ثم أسأل اللہ الفھم وأقول: یا معلم آدم وابراہیم! علمنی وکنت أذھب الی المساجد المھجورة ونحوھا وأمرغ وجھی فی التراب وأسأل اللہ تعالی وأقول یا معلم ابراھیم! فھمنی} (العقود الدریة ص ٢٦)

ترجمہ: بسا اوقات صرف ایک آیت کے مطالعے کے لئے میں نے سو تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے، مطالعہ کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اس آیت کی فہم عنایت ہو، میں عرض کرتا کہ ''اے آدم وابراہیم کے معلم! میری تعلیم فرما'' میں سنسان اور غیر آباد مسجدوں اور مقامات کی طرف چلا جاتا، اپنی پیشانی خاک پر ملتا اور کہتا کہ اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے! مجھے سمجھ عطا فرما۔

علم ومطالعہ ہی میں مسرت وراحت محسوس کرتا ہوں

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے، طبیب نے کہا مطالعہ نہ کرنا صحت پر برا اثر پڑے گا، فرمانے لگے "صحت پر اثر پڑے گا، لیکن اچھا۔ آپ ہی بتادیں کہ جس کام میں مریض کو راحت محسوس ہو اس میں مشغول رہنے سے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا؟" طبیب نے کہا "ضرور ہوتا ہے" فرمانے لگے۔ "تو میرا جی علم ومطالعہ میں ہی مسرت وراحت محسوس کرتا ہے "۔ طبیب بولے "بھائی! یہ مرض پھر ہمارے دائرہ علاج سے باہر ہے۔"

(قیمۃ الزمن ص ۷۸)

علامہ ابن تیمیہؒ کا علمی انہماک

صاحب "کوکب دریۃ" نے ان کا نظام الاوقات کچھ اس طرح نقل کیا ہے۔

"ابن تیمیہ کبھی فتویٰ دیتے، کبھی لوگوں کی ضرورتوں کو پوری کرنے میں مشغول ہوتے، ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے، بقیہ دن بھی اسی طرح گزارتے، پھر مغرب پڑھتے اور اسباق شروع ہوجاتے۔ عشاء پڑھتے پھر درس ومطالعہ شروع ہوجاتا۔ حتیٰ کہ بڑی رات گزر جاتی، دن رات وہ اس اثناء میں ذکر واستغفار بھی کرتے رہتے۔

(الکواکب الدریۃ ص ۱۵۶)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مطالعہ

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے سے روایت نقل کی ہے ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ گھر میں نانا جان! امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کے معمولات کیا تھے؟

میری والدہ نے بتایا لخت جگر خدا کی قسم! امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس گھر میں بیٹھے ہوتے، اور ان کے گرد و پیش کتابوں کا ڈھیر ہوا کرتا تھا۔ (ان کا مشغلہ صرف کتب بینی اور مطالعہ وتحریر رہ گیا تھا۔ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے) میں نے کہا میں نے کبھی (مطالعہ کے وقت میں) ان سے کوئی لفظ نہیں سنا اور اگر ضرورت پر کوئی بات کرنا چاہتے تو وہ بھی صرف ابروؤں اور انگلی کے اشارے سے کر لیا کرتے تھے۔

(بلوغ الامانی ص ۷، مناقب کردری)

علم و مطالعہ اور ذوق و کتب بینی اور اس قدر استغراق و انہماک، علم و فضل اور کمال کا زینہ ہوا کرتا ہے، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس زینہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور مطالعہ و استفادہ کتب ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ یہ ان ہی کا مشہور مقولہ ہے کہ:

{لذات الفکار خیر من لذات الابکار}

علم ومطالعہ اور فکر واجتہاد ومسائل کی لذتوں کے مقابلہ میں دوشیزاؤں کے قرب ووصال کی لذتیں ہیچ ہیں۔

(حدائق الحنفیہ ص ۱۵۴)

ذوقِ مطالعہ وانہماک اور علم کی ذمہ داری کا احساس

علمِ دین میں اخلاص اور اس کی ذمہ داری کا احساس علم کی روح ہے، اگر یہ چیز نہ ہو تو علم صاحب علم کے لئے وبال اور باعث عذاب ہے۔

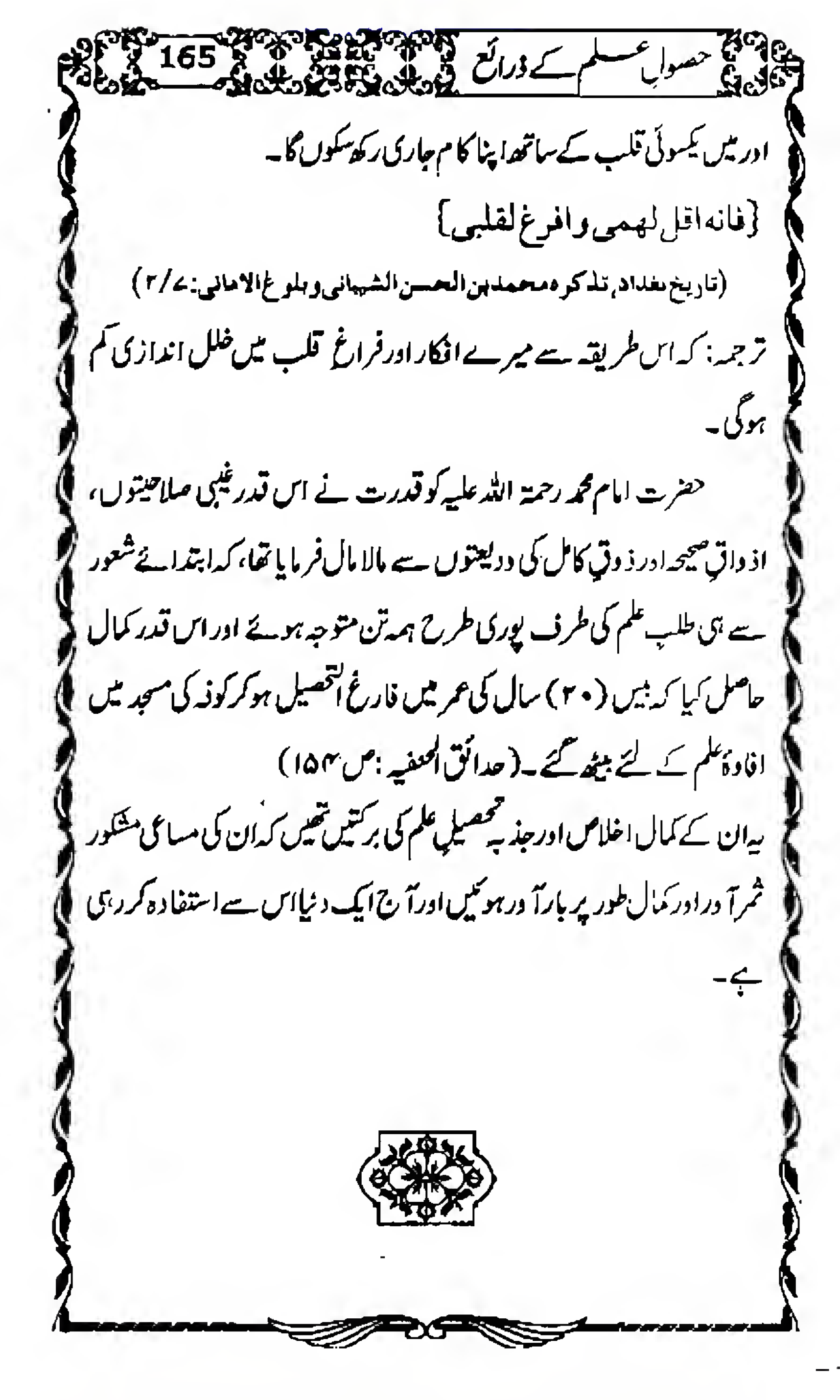
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے صحیفہ زندگی میں یہ وصف بہت نمایاں ہے کہ انہیں علم دین میں اخلاص اور اس کی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا، وہ بہت کم سوتے تھے، رات کا زیادہ حصہ درس وتدریس اور مطالعہ وتصنیف میں گزرتا، گرمیوں میں کرتا اتار دیتے تھے اور اپنے سامنے ایک طشت میں پانی رکھ لیا کرتے تھے، جب غنودگی طاری ہونے لگتی تو بدن پر چھینٹے مار لیتے۔ لوگوں نے اپنے آپ سے اس کم خوابی اور زحمت کشی کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے:

{کیف انام وقد نام عیون المسلمین توکلا علینا ویقولون اذا وقع لنا امر رفعناه الیه فیکشفه لنا فاذا نمت ففیه تضییع الدین} (مناقب کردری ص۴۳۶)

ترجمہ: میں کیسے سو سکتا ہوں، جب کہ عام مسلمان ہم پر اعتماد اور یہ خیال کر کے سو رہے ہیں کہ جب ہمارے سامنے کوئی معاملہ یا نیا مسئلہ پیش آئے گا تو ان (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس لے جائیں گے، وہ اس کو واضح کر دیں گے اور اگر میں سویا رہوں تو یہ دین کا ضائع کرنا ہوگا اور اس سے دنیا کا نقصان ہوگا۔

ذوقِ مطالعہ اور کتب کی تکمیل کے لئے فراغِ دل کا اہتمام

ذوقِ مطالعہ، تحریر و تصنیف، تدوینِ مسائل اور فکر تدبر کے سلسلہ میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنی ذہنی صلاحیتیں اور فکری توانائیاں کھپا دی تھیں اور اس میں ان کا جس قدر شغف اور انہماک تھا، اس کا یہ عالم تھا کہ حضرت محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اہلِ خاندان کو تاکید کر رکھی تھی کہ دنیاوی ضروریات اور معاملات کے سلسلہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کیا کرو اور نہ ہی اس سلسلہ میں مجھے کچھ کہا کرو کہ ایسے امور میں پڑ کر میرے علمی اور مطالعہ کتب کے ذوق میں خلل واقع نہ ہو، البتہ اس سلسلہ میں جس قدر روپیہ یا بازار سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے مقرر کردہ وکیل سے کہہ دیا کرو کہ وہ گھریلو امور اور دنیاوی معاملات کی تکمیل کر دیا کریگا، کیونکہ اس طرح میرا وقت ضائع نہ ہوگا



اور میں یکسوئی قلب کے ساتھ اپنا کام جاری رکھ سکوں گا۔

{فانه اقل لهمي وافرغ لقلبي}

(تاریخ بغداد، تذکرہ محمد بن الحسن الشیبانی وبلوغ الامانی: ۲/۷)

ترجمہ: کہ اس طریقہ سے میرے افکار اور فراغ قلب میں خلل اندازی کم ہوگی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے اس قدر غیبی صلاحیتوں، اذواقِ صحیحہ اور ذوقِ کامل کی ودیعتوں سے مالا مال فرمایا تھا، کہ ابتدائے شعور سے ہی طلبِ علم کی طرف پوری طرح ہمہ تن متوجہ ہوئے اور اس قدر کمال حاصل کیا کہ بیس (۲۰) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر کوفہ کی مسجد میں افادۂ علم کے لئے بیٹھ گئے۔ (حدائق الحنفیہ: ص ۱۵۴)

یہ ان کے کمالِ اخلاص اور جذبۂ تحصیلِ علم کی برکتیں تھیں کہ ان کی مساعی مشکور ثمر آور اور کمال طور پر بار آور ہوئیں اور آج ایک دنیا اس سے استفادہ کر رہی ہے۔

مطالعہ کتب کے شغف میں میلے کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی

ایک روایت میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مطالعۂ کتب بینی، فکر و تدبر اور استنباط و استخراج مسائل میں منہمک رہا کرتے تھے کہ پارچات یعنی کپڑے آپ کے میلے ہو جاتے تھے، ذوق مطالعہ اور فکری و تصنیفی انہماک میں اس قدر فرصت پیدا نہیں ہو سکتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار لیتے اور گھر والوں سے ان کے دھونے اور دوسرے کپڑے لانے کا کہتے لہٰذا آپ کے گھر والوں نے از خود اس بات کا اہتمام کر لیا تھا کہ جب آپ کے کپڑے میلے ہوتے دیکھ لیتے تو کپڑے آپ پر ڈال دیتے تھے اور اس طرح انہیں مجبور کر کے میلے کپڑے اتروالیا کرتے تھے۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۱۵۳)

رات کو بھی مطالعہ میں منہمک رہتے

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک صاحب جو ان کے ہم سبق تھے، فرماتے تھے کہ میں نے ان کے بارے میں دیکھا کہ وہ رات کو چراغ جلاتے، کتاب کھول کر دیکھتے، اور اس کے بعد چراغ بجھا کر پھر لیٹ

جاتے، پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ بیٹھتے اور چراغ جلاتے۔ کہنے لگے ایک دفعہ میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ (۱۷) دفعہ اٹھ کر چراغ جلایا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔

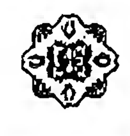
اب جس نے رات میں سترہ (۱۷) دفعہ اٹھ کر چراغ جلایا ہو، کیا وہ سوتے ہوں گے؟ وہ سوتے نہیں تھے، بلکہ وہ لیٹتے تھے اور ان کا لیٹنا غور وفکر کے ساتھ ہوتا تھا، اس لئے کئی مرتبہ لوگ کہتے تھے کہ چار پائی پر لیٹتے ہیں اور وہ اسی عشاء کے وضو سے اٹھ کر فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم تھا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعہ میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی، بیوی کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ اس کے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش شوہر کے دل میں ہو، چنانچہ ایک دفعہ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے بگڑ کر کہا:

{ واللہ لھذا الکتب اشد علی من ثلث ضرائر }

ترجمہ: اللہ کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔



علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ

آپ دن میں علم کے طلب گار اور راتوں کو مطالعہ کے لئے بیدار رہتے، علم و مطالعہ ان کا صرف مشغلہ نہیں بلکہ ایک محبوب غذا بن گئی تھی۔

آپ علم کے ساتھ اپنی محنت، مطالعہ کے ساتھ اپنے شوق، تصنیف کے ساتھ اپنے ذوق، کتابوں میں بیٹھے ہوئے اپنی لذت اور مسائل کے حل کے وقت اپنے لطف و مسرت کو اشعار میں بیان کر کے کہتے ہیں:

سهري لتنقيح العلوم ألذلي
من وصل غانية وطيب عناق

ترجمہ: علم و مطالعہ کے لئے میرا راتوں کو جاگنا خوب صورت دوشیزہ کے وصل و ملاقات سے مجھے زیادہ لذیذ ہے۔

وتمايلي طربا لحل عويصة
أشهى وأحلى من مدامة ساق

ترجمہ: اور کسی مشکل مسئلہ کے حل ہوتے وقت میرا جھومنا مجھے ساقی کے جام شراب سے زیادہ محبوب ہے۔

مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہے

شیخ کوثری نے فرمایا کہ جب میں دمشق میں مقیم تھا تو مکتبہ ظاہریہ میں مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہا، پہلے میں ہوٹل میں رہا، پھر جب خرچ کم

پڑ گیا تو میں نے اور میرے ایک ترکی ساتھی نے ہوٹل کی چھت پر کم کرایہ کا ایک کمرہ مشترکہ طور پر لے لیا پھر میں بالکل فقیر ہو گیا، تو میرا ساتھی میری امداد اپنے اس تھوڑے سے اخراجات میں کرتا رہا، ہمارا کھانا پینا مشترک تھا پھر وہ بھی میری طرح فقیر ہو گیا اور رزق کی تلاش کے لئے وہ غائب رہنے لگا اور میں بھوکا پیاسا پڑا رہتا، میرے پاس ایک درہم بھی نہ تھا کہ کچھ کھا سکوں۔

میں پہلے دن کی صبح مکتبہ ظاہریہ حسب عادت گیا لیکن بغیر کچھ کھائے پیئے پھر اپنے کمرے میں واپس آ گیا، سخت بھوک کی حالت تھی، اگلی صبح تک میں پھر اپنے کمرے میں اسی حالت میں پڑا رہا، دوسرے دن پھر مکتبہ چلا گیا، تیسرے دن بھوک بہت سخت ہو گئی جب کہ میرے کمرہ میں بیٹھنے کی وجہ سے بھوک کی شدت مجھ کو زیادہ پریشان کر رہی تھی اور علم کے ساتھ مشغولیت تکلیف کو ہلکا کر دیتی تھی۔

جب میں ظہر کے بعد اپنے کمرے کو آنے لگا تو محلے کے اس دوکاندار سے ہوتا ہوا آیا جس کے پاس میں نے اپنے خط و کتابت کا پتہ چھوڑا تھا اور اس کا پتہ اپنے احباب کو دیا تھا اس نے مجھ کو بتایا کہ ڈاکیہ آیا تھا اور اس کے پاس ایک رجسٹری تھی لیکن وہ بذات خود آپ کے حوالے کرنا چاہتا تھا، میں بھوک پیاس اور کمزوری کے ساتھ ڈاک خانہ چلا گیا تو وہ خط شیخ رشید حواصلی کا تھا جو کہ میری کتابوں کے عالم تھے انہوں نے استنبول سے میرے لئے یہ

خط تقریباً چار ماہ قبل ارسال کیا تھا اور اس خط کے ساتھ ایک چیک تھا تین جنیہ کا (جنیہ مصری سکہ ہے) یہ چیک بھی اس عرصہ میں استنبول اور قاہرہ کے درمیان خط کے ساتھ آتا جاتا رہا، میری عدم موجودگی میں اور قاہرہ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجھے نہ مل سکا یہاں تک کہ میری بھوک کی شدت کے تیسرے دن وہ مجھ کو مل گیا، میں نے چیک کی رقم لی مجھ پر اور میرے کمرے کے ساتھی پر ایک وقت کے لئے وسعت ہوگئی۔

ان جنیہات کے بھیجنے کا سبب شیخ حواصلی کی جانب سے یہ ہوا جیسا کہ بعد میں قاہرہ میں ملاقات کے وقت انہوں نے بتایا کہ وہ ایک دن اپنے گھر واپس آئے، راستہ میں انہوں نے عمدہ قسم کی مچھلی خریدی دوپہر کا کھانا کھایا اور میں ان کو یاد آیا کہ میں اپنے ملک اور اہل وعیال سے دور ہوں اور اپنے گھر سے صرف ایک جوڑا کپڑوں کا لے کر نکلا تھا کہ نہ تو واپس جا سکتا ہوں اور نہ کچھ آنے کی امید ہے اور نہ میرے پاس کچھ ہے، انہوں نے یہ چیک مجھ کو ارسال کیا تھا اور الحمد للہ مناسب وقت پر وہ مجھ کو مل گیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لطف وکرم پر اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔

میرے لئے زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں

حافظ ابن رجب کی ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں امام ابو الوفاء علی بن

عقیل الحنبلی البغدادی، قاری، فقیہ، اصولی واعظ، متکلم، صاحب علم وفن، ائمہ اسلام کے سربرآوردہ، دنیا کے ممتاز ترین عالم، بنی نوع انسان کے ذہین ترین انسان (ولادت ۴۳۱ھ وفات ۵۱۳ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے جائز نہیں کہ میں زندگی کا ایک لمحہ ضائع کردں جب تک میری زبان مذاکرہ ومناظرہ سے گنگ نہ ہوجائے اور میری نگاہ مطالعہ سے معطل نہ ہوجائے، رات کی تاریکی میں جب میں راحت کررہا ہوں اس وقت بھی اپنی فکر کو میں کام میں لاتا ہوں اور اس وقت اٹھتا ہوں جب میرے دل میں وہ چیز مجھ کو لکھنی ہوتی ہے، مختصر ہوجائے۔

میں اسی (۸۰) سال کا ہوکر بھی اپنے دل میں علم کی حرص زیادہ پاتا ہوں اس سے جو میرے دل میں بیس سال کی عمر میں تھی، میں انتہائی کوشش سے اپنے کھانے کے وقت کو کم کرتا ہوں اور میں خشک روٹی کو ستو کے پانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتارنے کو ترجیح دیتا ہوں، روٹی پر کیونکہ ان دونوں میں چبانے کا فرق ہے، تاکہ مطالعہ کے لئے زیادہ وقت نکل آئے یا ایسا فائدہ لکھ لوں جس کو میں کھانے میں نہیں پاسکتا، عقلاء کے نزدیک بالاجماع سب سے اہم حاصل کرنے والی چیز وقت ہے، اس میں فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ ذمہ داریاں زیادہ ہیں اور وقت تیزی سے گزرجاتا ہے۔

مطالعہ کرنے میں چاند کی روشنی کا استعمال

حافظ ابن عساکر کی کتاب "تبیین کذب المفتری" میں ابو منصور محمد بن حسین الایوبی النیشاپوری (وفات ۴۲۱ھ) کے احوال میں آیا ہے، ان کے القاب یوں درج ہیں، الاستاد، الامام، حجۃ الدین، صاحب البیان، الحجۃ والبرہان، اللسان الفصیح والنظر الصحیح، امام اشعری کے مذہب پر متقدمین و متاخرین میں سب سے بالغ النظر ائمہ اصول میں ان کی تصانیف مشہور و مقبول ہیں مثل "تلخیص الدلائل" وغیرہ کے۔

بچپن ہی میں استاد بن یورک کی شاگردی اختیار کی، انہی سے فارغ التحصیل ہوئے اور ان کے طریقے کو لازم پکڑا، فقر اور تنگدستی کے باوجود بھی خود محنت کی، یہاں تک کہ اسباق پر تعلیقات اور مطالعہ کے لئے تیل خریدنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام چاندکی روشنی میں کیا کرتے تھے، اس کے باوجود بھی فقر سے تنگدل نہ ہوتے اور ورع وتقویٰ کو لازم پکڑا اور کبھی مشتبہ مال سے کچھ نہ لیا۔

حضرت حکیم ابونصر فارابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شہرت مسلم ہے اور آپ کا عالم میں شہرہ ہے دور طالب علمی میں اس قدر تنگدست تھے کہ چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھے، مگر آپ

کا شوق مطالعہ بیکار رہونے والا نہ تھا۔ رات کو پاسبانوں کی قندیلوں سے کام لیتے اور ان کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا، چنانچہ اپنے وقت کے بڑے ذی علم ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) مشہور و معروف محدث، فقیہ اور صوفی بزرگ ہیں، فرمایا کرتے تھے، خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کے پوتے عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے ملنا موقوف کر دیا تھا اور قبرستان میں رہنے لگے، ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی، ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے "میں نے قبر سے زیادہ واعظ" کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی نہیں دیکھا۔"

عبداللہ ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دونوں عالم کبیر ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھ پر چالیس (۴۰) سال اس حال میں گزر رہے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔

مولانا عبدالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا آزاد مرحوم کو علم کا شوق ابتدا ہی سے تھا، وہ لڑکپن میں اپنے مطالعہ کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ (۱۲) برس کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشہ میں جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں، کلکتہ میں آپ نے ڈلہوزی اسکوائر ضرور دیکھا ہوگا...... اسے عام طور پر لال ڈگی کہا کرتے تھے، اس میں درختوں کا ایک جھنڈ تھا کہ باہر سے دیکھئے تو درخت ہی درخت ہیں، اندر جایئے تو اچھی خاصی جگہ ہے اور ایک بینچ بھی بچھی ہوئی ہے، معلوم نہیں اب یہ جھنڈ ہے کہ نہیں، میں جب سیر کے لئے نکلتا تو کتاب ساتھ لے جاتا اور اس جھنڈ کے اندر بیٹھ کر مطالعہ میں غرق ہو جاتا، والد صاحب مرحوم کے خادم خاص ولی اللہ مرحوم ساتھ ہوا کرتے تھے، وہ باہر ٹہلتے رہتے اور جھنجھلا جھنجھلا کر کہتے:

''اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی تو گھر سے نکلا کیوں؟ اکثر سہ پہر کے وقت کتاب لے کر نکل جاتا اور شام تک اس کے اندر رہتا اب وہ زمانہ یاد آ جاتا ہے تو دل کا عجیب حال ہوتا ہے:

عالم بے خبری طرفہ بہشتے بوداست

حیف صد حیف کہ ما دیر خبر دار شدیم

کچھ یہ بات نہ تھی کہ کھیل کود اور سیر و تفریح کی کمی، میرے چاروں طرف ان کی ترغیبات پھیلی ہوئی تھیں اور کلکتہ جیسا ہنگامہ گرم کن شہر تھا، لیکن میں طبیعت ہی کچھ ایسی لے کر آیا تھا کہ کھیل کود کی طرف رخ ہی نہیں کرتی تھی۔

ہمہ شہر پرز خوباں منم وخیال ماہے
چہ کنم کہ نفس بدخونہ کندبہ کس نگاہے

والد مرحوم میرے اس شوق علم سے خوش ہوتے، مگر فرماتے یہ لڑکا تندرستی بگاڑ دے گا، معلوم نہیں، جسم کی تندرستی بگڑی یا ستوری، مگر دل کو ایسا روگ لگ گیا کہ پھر کبھی پنپ نہ سکا۔

(غبار خاطر ص ۱۳۹ تا ۱۴۵)

حضرت ابوالمنصور فارابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ زمانہ طالب علمی میں اتنے تہی دست تھے کہ چراغ کا تیل نہیں خرید سکتے تھے۔ رات کو پاسبانوں کی قندیلوں کی روشنی میں مطالعہ کرتے، اسی تنگ حالی میں ان حضرات نے وہ علمی ترقی کی، جس سے ساری دنیا کو فیض پہنچا۔ آج ہر طرح کی آسانیوں کے باوجود جو طلبہ کا حال ہے، وہ ظاہر ہے، ان بزرگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف تھی کہ:

{ایاکم والتنعم فان عبد اللہ لیسوا بالمتنعمین}

(کنز العمال کتاب الاخلاق رقم الحدیث ۶۱۰۸، ۳/۷۹)

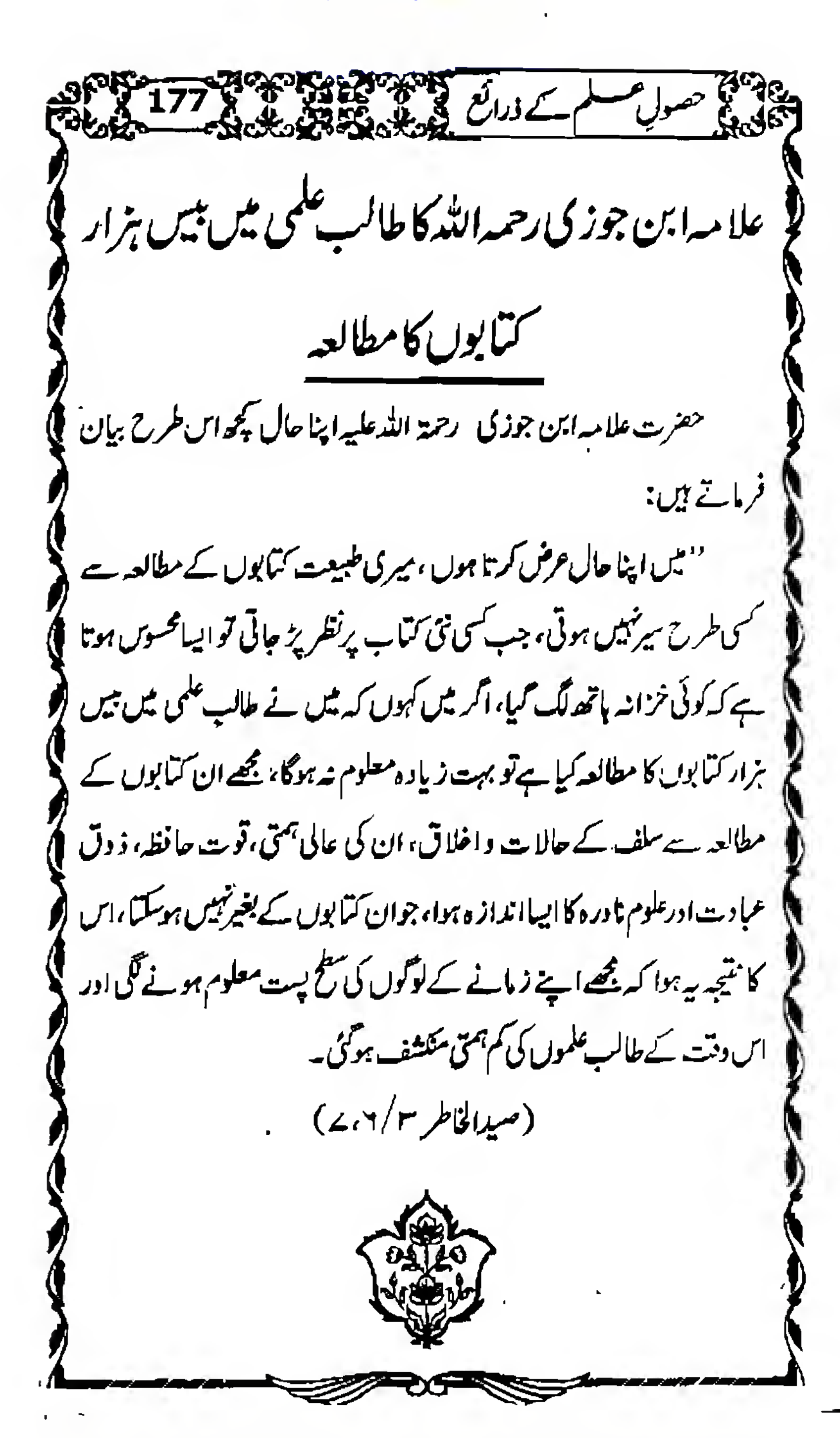
ترجمہ: ناز ونعمت کی زندگی سے پرہیز کرو، اللہ کے بندے ایسی زندگی پسند نہیں کرتے۔

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور فقیہ (۵۹۵ھ) ہیں۔ آپ نے تمام عمر کتب بینی میں صرف کردی، ان کا بیان ہے کہ صرف دو راتیں ایسی گزری ہیں جب وہ مطالعہ نہ کر سکے۔ ایک شادی کی رات اور دوسری والدہ کی وفات کی رات۔ ان کا شوق مطالعہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوگا کہ ایک شام کو ایک نئی کتاب ملی، اس کو سرسری دیکھنے کے لئے ایک چراغ کے سامنے کھڑے ہوگئے، کتاب میں کچھ ایسی محویت طاری ہوئی کہ چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی اطلاع دی، لیکن انہیں خبر نہ ہوئی۔ (اسلامی کتب خانے)

حضرت جاحظ بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور امام اللغت ہیں اور مشہور و معروف عالم ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے ذوق و شوق کا حال بھی عجیب ہے، تمام عمر مطالعہ میں کھپا دی، آخر عمر میں جب آپ مفلوج (فالج زدہ) ہوگئے تو بھی اس حالت میں کتابیں آپ پر گر پڑیں اور آپ ان کے نیچے دب کر مر گئے۔ کیا ذوق تھا مطالعہ کا؟ اور کیسی دھن تھی علم کی۔ (اسلامی کتب خانے)

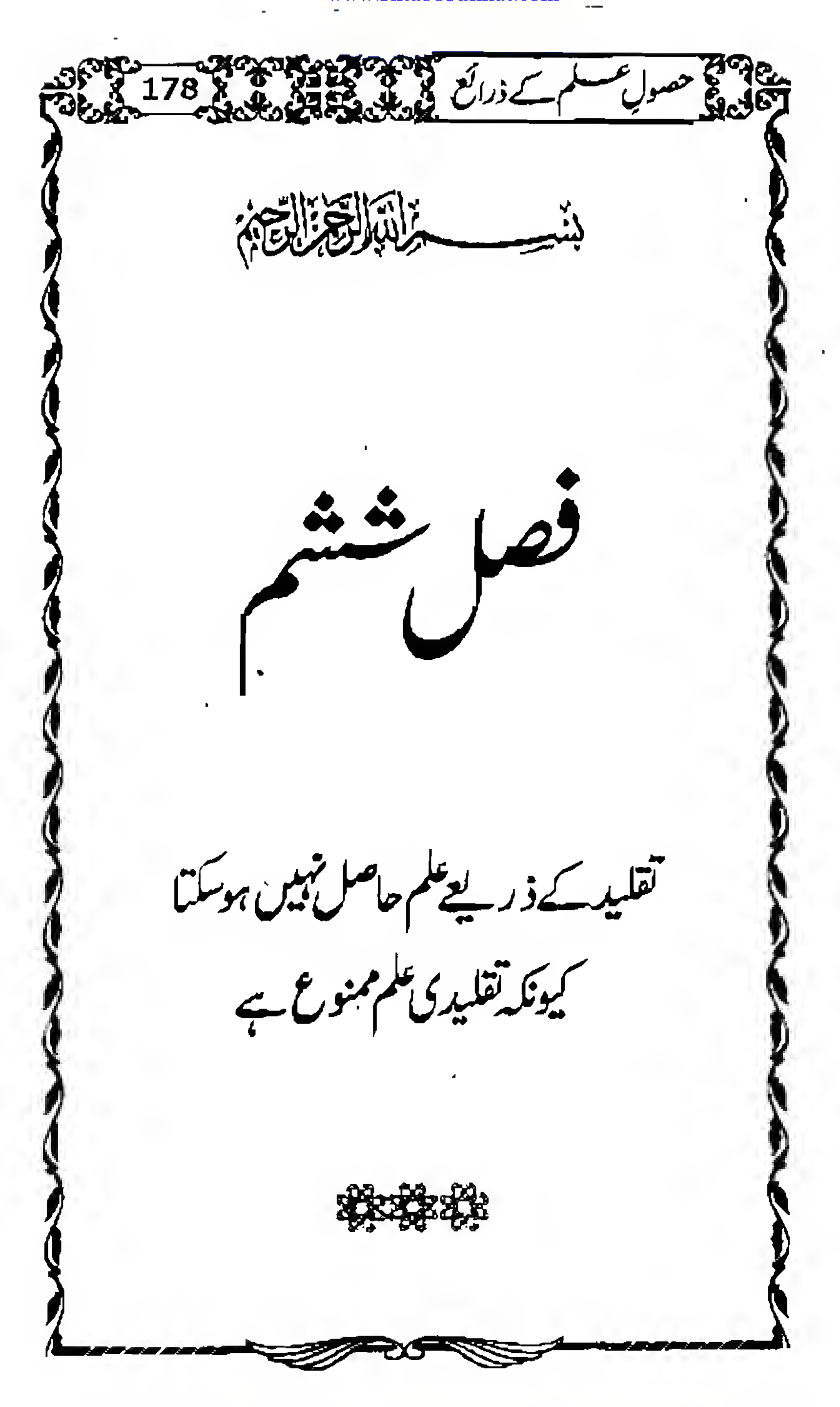


علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ

حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"میں اپنا حال عرض کرتا ہوں، میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی، جب کسی نئی کتاب پر نظر پڑ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا، اگر میں کہوں کہ میں نے طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معلوم نہ ہوگا، مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات واخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوت حافظہ، ذوق عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا، جو ان کتابوں کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طالب علموں کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔

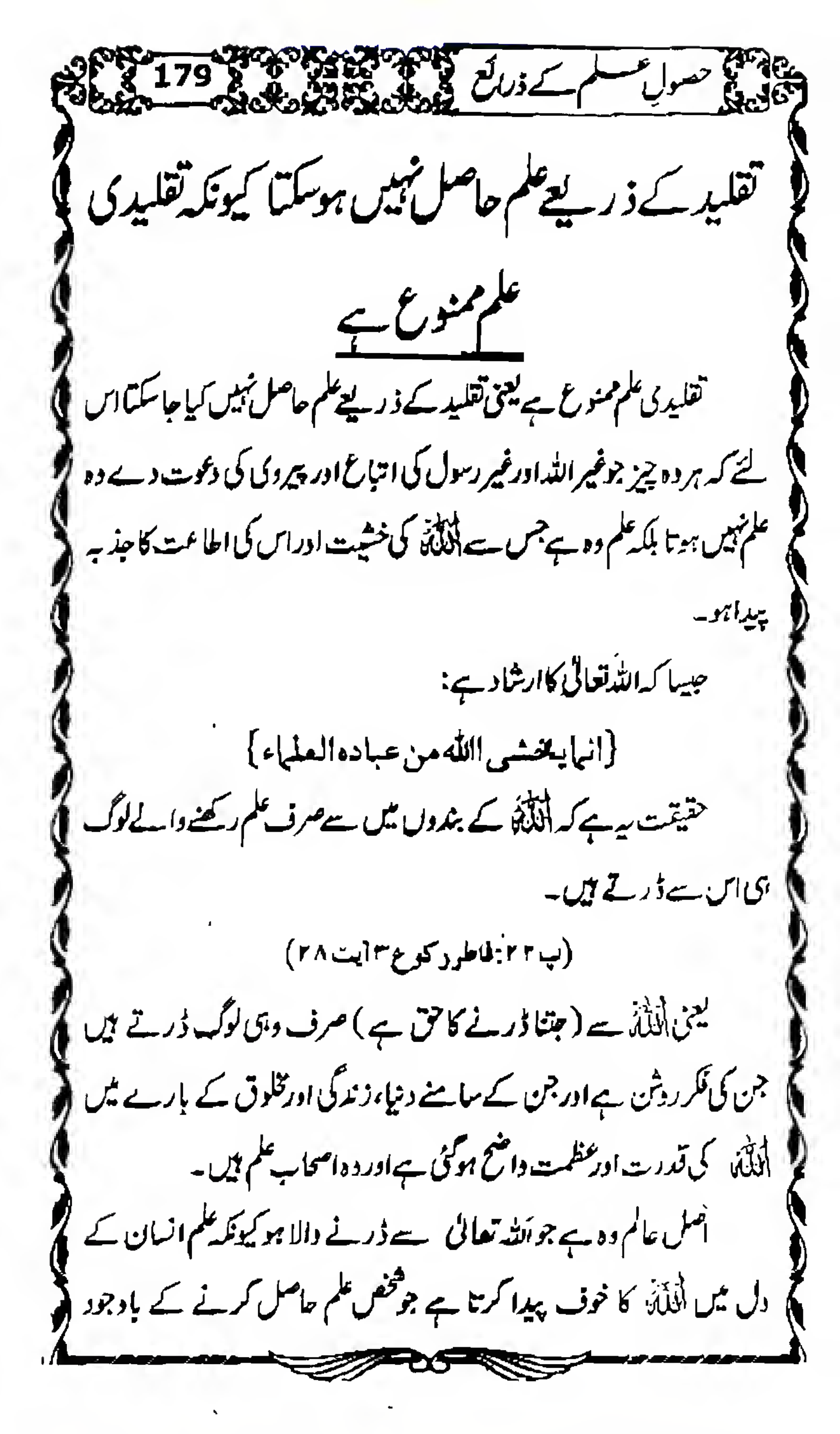
(صیدالخاطر ۳/۶،۷)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

تقلید کے ذریعے علم حاصل نہیں ہو سکتا
کیونکہ تقلیدی علم ممنوع ہے



تقلید کے ذریعے علم حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ تقلیدی علم ممنوع ہے

تقلیدی علم ممنوع ہے یعنی تقلید کے ذریعے علم حاصل نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ہر وہ چیز جو غیر اللہ اور غیر رسول کی اتباع اور پیروی کی دعوت دے وہ علم نہیں ہوتا بلکہ علم وہ ہے جس سے اللہ کی خشیت اور اس کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء}

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

(پ ۲۲: فاطر رکوع ۳ آیت ۲۸)

یعنی اللہ سے (جتنا ڈرنے کا حق ہے) صرف وہی لوگ ڈرتے ہیں جن کی فکر روشن ہے اور جن کے سامنے دنیا، زندگی اور مخلوق کے بارے میں اللہ کی قدرت اور عظمت واضح ہوگئی ہے اور وہ اصحاب علم ہیں۔

اصل عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو کیونکہ علم انسان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے جو شخص علم حاصل کرنے کے باوجود

گناہوں سے نافرمانی کرنے سے نہ ڈرے تو گویا اس شخص نے کوئی علم حاصل کرنے کا حق ہی ادا نہیں کیا۔

ایسے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جانوروں سے مشابہہ قرار دیا۔

{مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا}

(الجمعہ رکوع ۱ آیت ۵ پ ۲۸)

جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہ کیا ان کی مثال گدھے کی سی ہے اللہ نے عالم کی صفات میں سے ایک صفت سے بتائی کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے اور ڈرتا وہ ہے جس کے دل میں اللہ کی محبت ہو اور ایسے آدمی کو اللہ نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔

{قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی}

(آل عمران رکوع ۴ آیت ۳۱ پ ۳)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اور تقلید کا معنیٰ کسی بھی غیر (رسول کے علاوہ) کی بات کو بغیر دلیل اور بغیر دلیل کے مطالبے کے لے لینا اس لئے ہم تقلید کے علم کو نا جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس لفظ تقلید اور اس کے تمام تر مشتقات کا قرآن و

حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے تو جو چیز قرآن وحدیث میں نہیں وہ کیسے اپنائی جاسکتی ہے؟ بلکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پورے مذہب اور دین کی بنیاد اس لفظ پر قائم کردی جائے جس کا کتاب وسنت میں کہیں ذکر نہیں اگر ہے تو وہ جانور کے گلے میں پٹہ ڈالنے کے معنی میں ہے۔

تقلید کے لغوی معنی

تقلید کا لغوی معنی کسی جانور کے گلے میں پٹہ ڈالنے یا قربانی کے جانور کی گردن میں جوتوں کا ہار ڈالنے کے ہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

دلیل اول:

{عن ام المؤمنین عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت فتلت قلائدها من عهن كان عندی}

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میرے پاس کچھ اون تھا میں نے اس سے قربانی کے جانوروں کے لئے ہار پرو دیئے۔

(صحیح بخاری کتاب المناسک باب القلائد من العهن حدیث نمبر ۱۵۹۸)

دلیل دوم:

{ان عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت كان رسول اللّٰہ صلی

اللہ علیہ وسلم یھدی من المدینۃ فافتل قلائد ھدیۃ}

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی (کا جانور) مدینہ سے روانہ کرتے تو میں آپ کی قربانی (کے جانور) کے لئے ہار بناتی۔

(صحیح بخاری کتاب المناسک باب فتل القلائد للبدن والبقر ۱۵۹۰)

تقلید کے لغوی معنی

قلائد کے معنی تو جانور کے گلے کے پٹے کے ہیں اور قلادۃ کے معنی انسانوں کے گلے کے ہار کے ہیں۔

مقلدین جانوروں کی مشابہت سے بچنے کے لئے کہتے ہیں ہم انسانوں والا معنی ہار مراد لیتے ہیں اس لئے قلادہ یا تقلید اس ہار کو کہتے ہیں جو کسی کے حسن کو دوبالا کر دے اور اس کے حسن کو نکھارے مقلدین کے جواب میں ہم کہیں گے اگر تقلید کا معنی ہار ہے اور اس تقلید سے انسان کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے اور حسن نکھر آتا ہے اور جمال کا اجالا ہوجاتا ہے تو پھر ائمہ کرام نے ایسی تقلید سے اپنے شاگردوں اور عام لوگوں کو کیوں روکا؟

{اذا وجبت المعرفۃ کان التقلید جھلا وضلالا}

(حقیقۃ الفقہ)

امام ابوحنیفہ کا قول

اول:

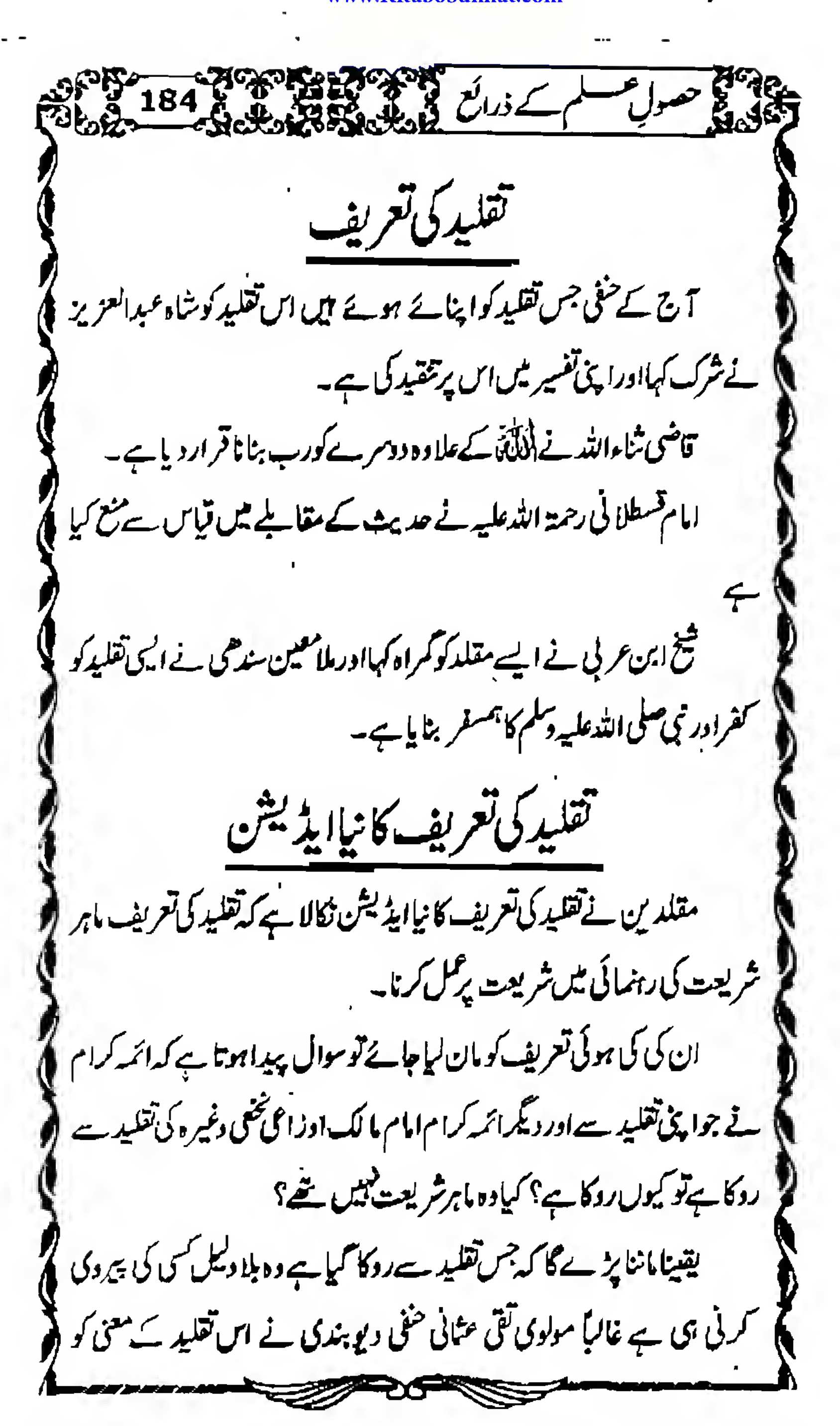
{سئل ابو حنیفة اذا قلت قولا و کتاب الله یخالفه؟ قال اترکوا قولی بکتاب الله قال اذا قلت قولا و حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم یخالفه؟ قال اترکوا قولی بخبر الرسول}

امام ابوحنیفہ سے سوال کیا گیا اگر آپ کا قول اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف آجائے تو کیا کریں؟ فرمایا میرے قول کو چھوڑ دینا اور اللہ کی کتاب کو لے لینا۔ پھر سوال کیا گیا اگر آپ کا قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف آجائے تو کیا کریں؟ فرمایا (اسی طرح) میرے قول کو چھوڑ دینا اللہ کے رسول کے فرمان کو لے لینا۔

دوم:

{انی لا اقلد التابعی لانهم رجال ونحن رجال ولا یصح تقلیدهم}

امام ابوحنیفہ کہتے ہیں میں کسی تابعی کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور ان کی تقلید صحیح نہیں ہے۔



تقلید کی تعریف

آج کے حنفی جس تقلید کو اپنائے ہوئے ہیں اس تقلید کو شاہ عبدالعزیز نے شرک کہا اور اپنی تفسیر میں اس پر تنقید کی ہے۔

قاضی ثناء اللہ نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کو رب بنانا قرار دیا ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے مقابلے میں قیاس سے منع کیا ہے

شیخ ابن عربی نے ایسے مقلد کو گمراہ کہا اور ملا معین سندھی نے ایسی تقلید کو کفر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسفر بنایا ہے۔

تقلید کی تعریف کا نیا ایڈیشن

مقلدین نے تقلید کی تعریف کا نیا ایڈیشن نکالا ہے کہ تقلید کی تعریف ماہر شریعت کی رہنمائی میں شریعت پر عمل کرنا۔

ان کی کی ہوئی تعریف کو مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ائمہ کرام نے جو اپنی تقلید سے اور دیگر ائمہ کرام امام مالک اوزاعی نخعی وغیرہ کی تقلید سے روکا ہے تو کیوں روکا ہے؟ کیا وہ ماہر شریعت نہیں تھے؟

یقیناً ماننا پڑے گا کہ جس تقلید سے روکا گیا ہے وہ بلا دلیل کسی کی پیروی کرنی ہی ہے غالباً مولوی تقی عثمانی حنفی دیوبندی نے اس تقلید کے معنی کو

سامنے رکھ کر یوں لکھا ہے ہمارے لئے یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ جس چیز کو ہم آج تقلید کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کے لئے سب سے پہلے کس عالم نے تقلید کا لفظ استعمال کیا لیکن اتنی بات ہم یقین کے ساتھ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس لفظ کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اگر اس کا علم پہلے سے ہو جاتا تو یہ حضرات اس کا نام تقلید ہرگز نہ رکھتے۔

(تقلید کی شرعی حیثیت فاران کراچی ص ۱۱)

علامہ آلوسی حنفی 'روح المعانی' کے مصنف اپنی کتاب 'روح المعانی' کے اندر لکھتے ہیں کہ اگر

{ان کان للضلالة اب فالتقلید ابوھا}

اگر گمراہی کا کوئی باپ ہے تو تقلید اس کا باپ ہے۔

(حقیقت تقلید ص ۱۴)

اب خود حنفی تقلید کو غلط کہتے ہیں لیکن اسکے باوجود اس کو چھوڑتے نہیں ہیں واقعی ان کے گلے میں پڑ ہے جس کو خود چھڑ دانا ان کے اپنے بس میں نہیں ہے۔

اس لئے کہ کہیں وہ اسے صحیح کہتے ہیں اور کہیں غلط۔

جیسا کہ علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

جب صحیح حدیث ملے اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو پھر

حدیث پر ہی عمل کیا جائے گا اور وہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہوگا اور اس صحیح پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی حنفیت سے نہیں نکلے گا کیونکہ امام صاحب کا فرمان ہے جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہوگا اسی طرح آگے جا کر لکھتے ہیں۔

اگر کسی کے لئے اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کا مسلک صحیح ظاہر ہو جائے چاہے کسی بھی واقعہ میں ہو تو پھر اس کو اپنے امام کی تقلید کرنی جائز نہیں ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی)

تقلید توحید کے منافی

تقلید تو توحید کے منافی ہے اور شرعی اصول کے خلاف ہے بلکہ شرعی اصول کی ضد ہے اور یہ کہتے ہیں تقلید شریعت کی رہنمائی میں شریعت پر عمل کرنا۔

یقیناً تقلید توحید کے منافی ہے پھر اسے علم کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے اب جو فعل توحید کے منافی ہو اور جو فعل شرک ہو وہ کیسے روا ہو سکتا ہے۔

اللہ نے قرآن پاک میں دو شراکتوں کی نفی کی ہے ایک شراکت وہ جو اس کی عبادت میں کی جائے عبادت کی شراکت قابل قبول نہیں اللہ کا فرمان

عالی شان۔

{ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا}

اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر یہاں عبادت میں شراکت کی نفی کی گئی ہے۔

(الکھف رکوع ۱۲ آیت ۱۱۰ پ ۱۶)

اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے نظام اپنے قانون اور اپنے امر میں شراکت کو قبول نہیں کیا اللہ کا ارشاد پاک ہے:

{ولا یشرک فی حکمہ احدا}

اپنے رب کے حکم میں کسی کو شریک نہ کر۔

(الکھف رکوع ۴ آیت ۲۶ پ ۱۵)

وہاں پر عبادت میں شرک کی نفی کی اور یہاں پر اس کے حکم اس کے امر اور اس کے قانون اور نظام اور شریعت میں کسی کی شراکت قابل قبول ہے نہ قابل برداشت یہ دو شراکتیں ہیں:

۱۔ شراکت فی العبادات

۲۔ شراکت فی الحکم یہ دونوں ہرگز قبول نہیں۔

جس طرح اللہ رب العزت خالص اپنی عبادت چاہتا ہے اسی طرح وہ خالص اپنی اطاعت چاہتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(البقرۃ رکوع ۲ آیت ۲۱ پ ۲)

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جو تمہارا خالق ہے اور ان لوگوں کا خالق ہے جو تم سے پہلے تھے شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

یہ توحید الوہیت ہے توحید فی العباد یعنی اپنے رب کی عبادت کرو لہذا عبادت کی شراکت قابل قبول نہیں۔

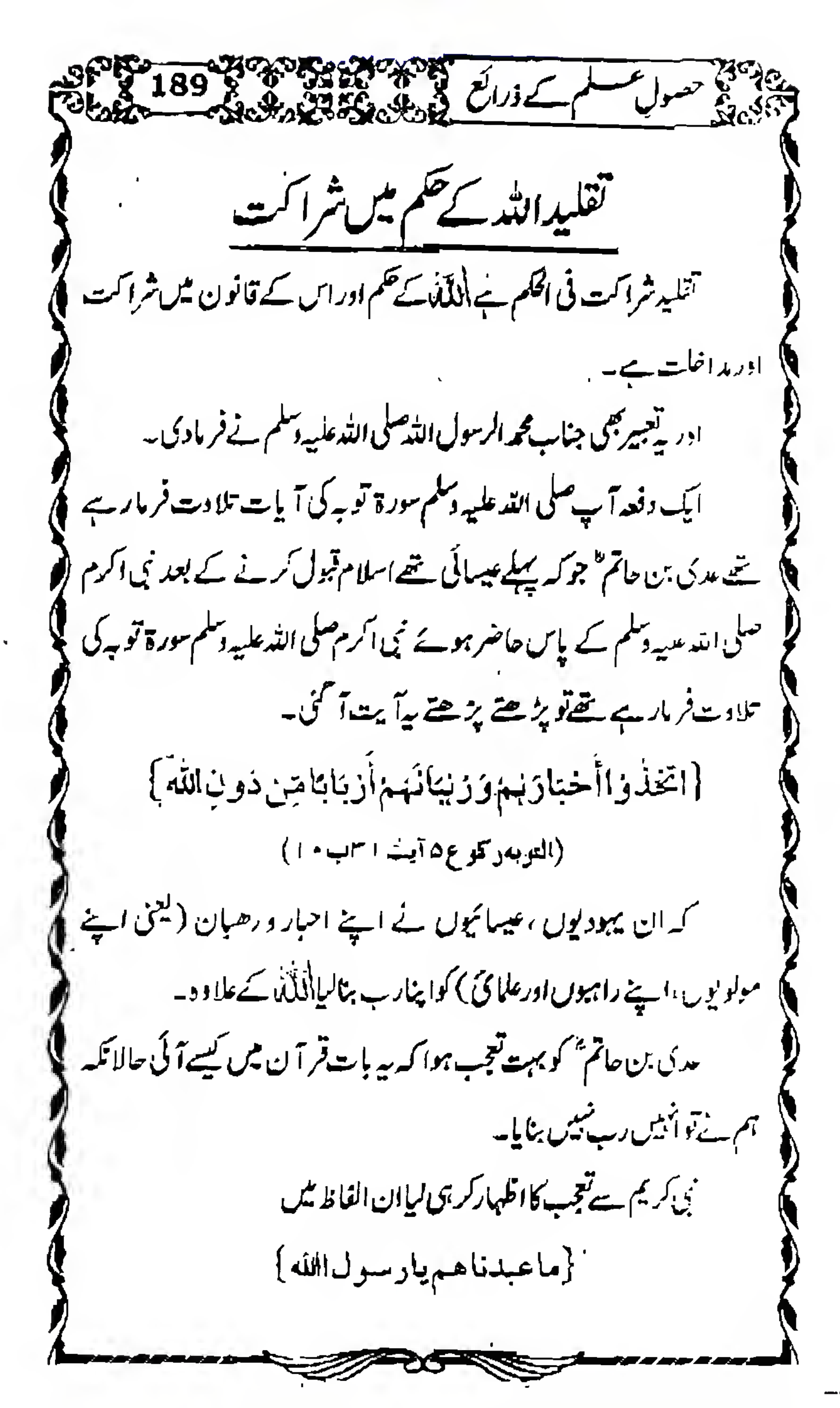
کتاب مبین میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

{ان الحکم الا للہ} نہیں ہے حکم مگر صرف (ایک) اللہ کا۔

(یوسف آیت ۶۷)

توحید فی الحکم توحید فی القانون، توحید فی الاطاعت یعنی شرعی مطلوب میں دو شراکتیں ہرگز قابل قبول نہیں۔ نہ اس کی عبادت میں اور نہ ہی اس کے حکم میں معلوم ہوا تقلید ہر حال میں جائز نہیں لہذا اس کے ذریعے علم کا حصول بھی جائز نہیں ہے جو اس کا یا اس کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں وہ گمراہی اور ضلالت کا علم حاصل کرتے ہیں نہ کہ دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔





تقلید اللہ کے حکم میں شراکت

تقلید شراکت فی الحکم ہے اللہ کے حکم اور اس کے قانون میں شراکت اور مداخلت ہے۔

اور یہ تعبیر بھی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ توبہ کی آیات تلاوت فرما رہے تھے عدی بن حاتم ؓ جو کہ پہلے عیسائی تھے اسلام قبول کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ توبہ کی تلاوت فرما رہے تھے تو پڑھتے پڑھتے یہ آیت آگئی۔

{ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ }

(التوبہ رکوع ۵ آیت ۳۱ پ ۱۰)

کہ ان یہودیوں، عیسائیوں نے اپنے احبار و رھبان (یعنی اپنے مولویوں، اپنے راہبوں اور علمائ) کو اپنا رب بنالیا اللہ کے علاوہ۔

عدی بن حاتم ؓ کو بہت تعجب ہوا کہ یہ بات قرآن میں کیسے آئی حالانکہ ہم نے تو انہیں رب نہیں بنایا۔

نبی کریم سے تعجب کا اظہار کرہی لیا ان الفاظ میں

{ما عبدنا ھم یا رسول اللہ}

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو ان کی کبھی عبادت نہیں کی ہم نے اپنے مولویوں، احبار و رہبان کی کبھی عبادت نہیں کی پھر یہ بات قرآن نے کیسے کہہ دی 'ماعبدناھم' ہم نے ان کی کبھی عبادت نہیں کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ان سوالوں کا جواب دو:

{الستم تستحلون ما حل لکم وتحرمون ما حرموا علیکم}

تمہارے علماء نے جس چیز کو حلال کیا اسے (بغیر دلیل کے مطالبے کے) تم نے حلال نہیں مانا اور جس چیز کو انہوں نے حرام کیا اسے تم نے حرام نہیں مانا؟

کہا یہ بات تو صحیح ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{وتلک عبادیھم}

یہی تو ان کی عبادت ہے۔

یعنی جسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کہتے ہو گویا تم اس کی عبادت کر رہے ہو اور عبادت کا لفظ اطاعت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کے قرآن میں نظائر موجود ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا:

{لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا}

(مریم رکوع ۳ آیت ۴۲ پ ۱۶)

اے ابا جان آپ ان کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ

دیکھتے ہیں اور نہ آپ کی کفایت کر سکتے ہیں نہ وہ آپ کی کوئی مشکل دور کر سکتے ہیں کچھ آگے چل کر فرمایا:

{یا ابت لا تعبد الشیطان}

اے ابا جان شیطان کی عبادت نہ کیجئے۔

پہلے کہا بتوں کی عبادت نہ کیجئے پھر کہا شیطان کی عبادت نہ کیجئے دراصل بتوں کی عبادت شیطان کے بہکانے سے کرتے تھے یعنی شیطان کی اطاعت اور اس کی پیروی کرنے سے لفظ عبادت یہاں بھی استعمال کیا اور وہاں بھی مستعمل ہے۔

پہلے عبادت کے معنی میں پھر اطاعت کے معنی میں وہ شیطان کو پوجتے تو نہیں تھے بلکہ وہ تو بتوں کو سجدہ کرتے تھے بتوں کو خریدتے بتوں کو بناتے بتوں کو پوجتے تھے شیطان کو نہیں پوجتے تھے شیطان کی عبادت نہیں کرتے تھے یہ سب کچھ شیطان کی پیروی میں کرتے تھے اور پیروی کا معنی بھی عبادت کے ذریعے ظاہر کر دیا گیا ہے لہٰذا عبادت پیروی کے معنی میں بھی ہے جس کی پیروی کر رہے تھے گویا اس کی عبادت کر رہے تھے۔

اسی لئے ہم تقلید نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں کیونکہ تقلید کے معنی ہیں:

{اخذ قول غير بلا حجة}

کسی کے قول کو بغیر دلیل کے لے لینا۔

ہم وہ کام کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل ہو اور ہم وہ علم حاصل کرتے ہیں جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے جس کے حاصل کرنے سے ہدایت و رہنمائی ملتی ہے نہ کہ ضلالت اور گمراہی۔

تقلید خلاف منہج ہے

منہج کیا ہے؟ منہج وہ راستہ جس پر سلف صالحین چلے سلف صالحین کون؟ سلف صالحین وہ ہیں جن کو قرآن نے سلف صالحین کہا۔ ارشاد ہوتا ہے:

{وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ}

(سورۃ التوبہ رکوع ۱۳ آیت ۱۰۰ پ ۱۱)

اللہ رب العزت ان تین جماعتوں سے راضی ہو گیا۔

۱۔ ایک سابقین اولین مہاجرین جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

۲۔ دوسری انصار یعنی اہل مدینہ سے کہ جنہوں نے مہاجرین کا استقبال کیا اور ان کو ٹھکانہ دیا جگہ مہیا کی ان پر ایثار کیا ان کو کھلایا پلایا یہ سب انصار ہیں۔ مہاجرین کے مددگار۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ جو ان کے پیروکار ہیں جس راہ پر وہ چلتے ہیں اسی راہ پر یہ چلتے ہیں اللہ ان لوگوں سے راضی ہے جو کسی کی تقلید نہیں کرتے۔

لہٰذا تقلید خلاف منہج ہے اسی لئے ہم تقلید نہ کرتے ہیں نہ اسے جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہم علم تقلید کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں۔

اور منہج ہمارے سامنے اصحاب رسول کا ہے اور انہوں نے صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور جب ان کے سامنے حدیث رسول آ جاتی تو وہ اس کے علاوہ سب کچھ چھوڑ دیتے اور حدیث کے مقابلے میں کسی اور کی بات کو ترجیح نہ دیتے۔

حضرت عمران بن حصین؄ کچھ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{الحیاء لا یاتی الا بخیر}

کہ حیاء سے ہمیشہ خیر ہی ملتی ہے۔ بشیر بن کعب (جو وہاں موجود تھے انہوں) نے کہا (ہاں ہاں) حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حیاء ہی سے وقار ہوتا ہے اور حیاء سے سکینہ ہوتا ہے۔

عمران بن حصین؄ نے کہا میں تم سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی کتابوں کی بات کرتے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان جلد ۱)

یعنی قرآن و حدیث کے سامنے حکیموں کے اقوال بیان کرنا بے موقع ہے اگرچہ حکیم بڑے دانشمند اور عقیل تھے مگر پھر بھی ان سے ہزاروں طرح کی غلطیاں ہوئی ہیں حکیم کا رتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم ہے اسی طرح حکمت کا رتبہ نبوت سے بہت کم ہے جب پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کا قول مل جائے تو اب حکیموں کی بات ڈھونڈنا بے کار ہے۔

یقیناً تقلید کو خلاف منہج ماننا پڑے گا اس لئے کہ اس امت کی پہلی جماعت مقلد نہیں تھی وہ تقلید نہیں کرتے تھے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس امت کے اول افراد کے لئے کچھ اور ہو اور بعد میں آنے والوں کے لئے کچھ اور ہو شریعت میں یہ دورنگی نہیں ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

{وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا}

(الاحزاب رکوع ۸ آیت ۶۲ پ ۲۲)

تو اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا جنت میں داخلے کا جو معیار صحابہ کرام کے لئے ہے وہی معیار امت کے اس فرد کے لئے ہے جو قیامت کی آخری دیواروں پر پیدا ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں۔

کوئی صحابی تقلید نہیں کرتا تھا صحابہ کے ہاتھ میں خالص دین تھا اور

اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی تھی اللہ کے پیغمبر کی اتباع اور اطاعت تھی۔ اسی لئے تقلید خلاف منہج ہے۔

اللہ کی رضا کے مستحق کون

اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے جس کو حاصل ہو جائے وہی کامیاب ہے اور یہ نعمت تقلید سے نہیں بلکہ اطاعت اور پیروی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے، اللہ راضی ہو گیا سابقین اولین مہاجرین سے جنہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور انصار سے اور ان تمام لوگوں سے جو ان کے پیروکار رہیں اور ان کے منہج پر قائم رہیں چاہے وہ عربی ہو عجمی یا ہو گورا ہو، کالا ہو، پاکستان کا ہو، مصر کا ہو، سعودی عرب کا ہو، امریکہ کا ہو، افریقہ کا ہو، بس جو اس منہج کا پیروکار ہو تو وہ کامیاب ہے گویا صحابہ کا منہج وہ ہے جس کی پیروی کرنے اور جسے اپنانے کا اللہ نے حکم دیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

{فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا}

اگر یہ سارے لوگ جو بعد میں آنے والے ہیں اس طرح ایمان لائیں جس طرح صحابہ ایمان لائے ہیں تو وہ ہدایت پر ہیں۔

(البقرہ رکوع ۱٦ آیت ۱۳۷ پ ۱)

یہاں اللہ نے ہو بہو اور مکمل پیروی کا حکم دیا ہے اس سے مراد اصحاب انصار مہاجرین کی پیروی ہے اور یہ منہج ہے اور تقلید خلاف منہج ہے کیونکہ صحابہ کا موقف اور ان کا عقیدہ ان کا منہج ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح واضح ہے اور اس میں کوئی جھول وغیرہ نہیں ہے۔

اسی لیے ہم وہی علم حاصل کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو اور مجہول چیز سے علم حاصل نہیں ہوتا۔

مقلد کا جھوٹا دعویٰ

سوال:

تقلید تو اچھی چیز ہے تقلید کو ساری دنیا مانتی ہے ائمہ کرام تو بھروسے والے لوگ ہیں ان کی پیروی میں کیا حرج ہے؟

جواب:

اگر تقلید اتنی اچھی چیز ہوتی تو ائمہ کرام نہ روکتے ائمہ کرام تو ہمدرد لوگ ہوتے ہیں وہ اچھی چیز سے کبھی بھی نہیں روکتے آخر حرج ہی کیا ہے کہ آپ تقلید چھوڑ کر اتباع سنت کریں۔

مزید بحث:

مقلد کا کہنا ہے ہم نری تقلید نہیں کرتے بلکہ ہمارے ہاں سب سے پہلے

قرآن پاک کو دیکھا جاتا ہے اگر مسئلہ قرآن پاک میں مل جائے تو الحمد اللہ ورنہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اگر اس میں مل گیا تو ٹھیک ورنہ اجماع میں دیکھتے ہیں اگر اجماع میں بھی نہ ملے تو پھر فقہ میں یعنی قیاس شرعی سے مسئلہ حل کیا جاتا ہے فقہ کا چوتھا نمبر ہے ہمارے ہاں تو حدیث ضعیف بھی ہو تب بھی اولیت اور فوقیت حدیث کو ہی ہوگی قیاس کو نہیں۔

غیر مقلد نے جو یہ کہا: یہ اپنے مذہب کی حمایت میں بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ حقائق اس دعویٰ کے خلاف بولتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:

{والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعہ}

(پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۳۳)

یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں اور یہ اس کے لئے ہے جو مدت کو پورا کرنا چاہے۔

اور حدیث میں ہے:

{لا رضاع الا ما کان فی الحولین}

یعنی رضاعت کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔

(دار قطنی ج ۴ ص ۱۷۴)

مگر فقہ حنفی میں مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ کے اس غلط مسئلے کو تو ان کے شاگردوں نے بھی نہیں مانا۔

(موطا محمد کتاب الرضاع باب رضاعت الصغیر)

لیکن یہاں احناف (مقلدین) نے امام صاحب کی تقلید میں قرآن کو مانا نہ حدیث کو مانا اور نہ صحابہ کرام کے فتویٰ کو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں) نے امام صاحب کی بات نہیں مانی کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف تھی اگر تم بھی حدیث کی لاج رکھو اور اپنے امام کے فتوے کو قرآن وحدیث پر قربان کر دو تو تم پر بھی بجلی نہیں گر جائے گی مومن وہی ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی دوسرے کو ترجیح نہ دے۔ قرآن وحدیث اس پر گواہ ہیں قرآن میں مدت رضاعت دو سال ہے اور حدیث اور صحابہ کرام کے فتوے ناقص عبارت امام صاحب کے شاگردوں کے ہاں بھی دو سال ہیں اب آپ بتائیں کے آپ اس مسئلے میں امام صاحب کی مانتے ہیں یا نہیں؟

اگر امام کی مانتے ہو تو تم جیسا جھوٹا کوئی نہیں اگر امام کی نہیں مانتے تو جس طرح اس مسئلہ میں جرأت سے کام لیا ہے اسی طرح سارے دین میں قرآن وسنت کو اپنا لو اور تقلید کو چھوڑ دو۔

دوسری دلیل دعوی کے خلاف:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کی ایک رکعت طلوع شمس سے پہلے پالی اس نے صبح پالی اور جس نے عصر کی ایک رکعت غروب شمس سے پہلے پالی اس نے عصر پالی۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ جس نے ایک رکعت عصر کی پالی سورج غروب ہونے سے پہلے تو وہ اس کو پورا کرے اور جس نے ایک رکعت فجر کی پالی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے تو وہ اس کو پورا کرے۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب)

مگر ہدایہ میں ہے کہ فجر کی نماز ایسی حالت میں جائز نہیں ہاں عصر کے نماز ایسی حالت میں جائز ہے۔

(ھدایہ ج ۲ ص ۸۴)

یہاں احناف نے قیاس اور رائے سے ایک حدیث کا حصہ ٹھکرادیا ہے حدیث کے ہوتے ہوئے یہاں احناف قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

تیسری دلیل:

{اذا قیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ}

جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اور کوئی نماز نہ پڑھو مگر (جماعت میں شامل ہوکر) فرض نماز پڑھو۔

مگر احناف اس کو نہیں مانتے اور صبح کی نماز شروع ہوتے ہوئے بھی مسجد کے اندر سنتیں پڑھتے ہیں۔

چوتھی دلیل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرائے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء حدیث نمبر ۵۹۲)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کرائی اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوئی۔

(مترجم ابو داؤد باب امامۃ النساء)

مگر ہدایہ میں ہے کہ عورتوں کی امامت عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

{یکرہ للنساء ان یصلین وحدھن الجماعۃ}

(ھدایۃ ص ۱۰۳ ج ۱ باب الامامۃ)

پانچویں دلیل:

اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد نہ کہے جبکہ بخاری و مسلم میں دونوں کہنا مسنون ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب ما یقول اذا رفع راسہ من الرکوع ج ۱)

چھٹی دلیل:

ہدایہ میں یہ بھی ہے کہ قعدہ اخیر میں بھی اسی طرح بیٹھنا چاہئے جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا یعنی تورک نہ کرے۔

مگر ابوحمیدہ ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قعدہ اخیر میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے نکال لیتے اور دائیں کو کھڑا کرتے اور سرین پر بیٹھتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد حدیث نمبر ۷۸۹)

ساتویں دلیل:

اسی طرح یہ بھی ہدایہ میں ہی ہے کہ فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے کہ خواہ چپ کھڑا رہے خواہ فاتحہ پڑھے۔

حالانکہ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ج ۱)

اب دیکھو ان مقامات پر احادیث کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی فقہ پر بقول احناف قیاس شرعی پر عمل پیرا ہیں۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو احناف کو وصیت یہ کی ہے کہ قیاسات اور استنباطات کو کتاب وسنت پر عرض اور پیش کرتے رہو

جو موافق ہو تو قبول کر دجو مخالف ہو اسے رد کرو۔

احناف نے بہت سی احادیث کو اپنے گھڑے گھڑائے اصول کی بنا پر رد کر دیا اور پھر اسی اصول کو خود ہی دوسرے موقع پر ٹھکرا کر اپنے مذہب کے پابند ہوئے حدیث موافق مذہب ہے تو مان لیا جاتا ہے چاہے وہ حدیث ضعیف سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

اور اگر موافق مذہب نہیں ہے تو وہ حدیث اگر چہ صحیح سے صحیح ہی کیوں نہ ہو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جو کہ صرف اور صرف اپنے مذہب کی خاطر قرآن وحدیث کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

یعنی مذہب اور تقلید کی پیروی کی خاطر قرآن کا حکم حدیث کا حکم جاتا ہے تو جائے مگر مذہب اور تقلید کو نہیں چھوڑیں گے۔

اور اسی طرح کوئی حدیث اگر ان کے مذہب کے خلاف ہے تو وہ اگر صحیح سے صحیح ہے وہ ان کے لئے ضعیف کی بھی حیثیت نہیں رکھتی اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے جو موافق ہے وہ ضعیف سے ضعیف ہی ہو وہ ان کے لئے صحیح ہو جاتی ہے اور اس کو حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔



تقلید کا حسن ائمہ کو پسند نہ تھا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب (قرآن وسنت کی) معرفت حاصل ہو جائے تو تقلید جہالت اور ضلالت ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنے کے متعلق کہا کہ:

{او کل ما قال اقول به هل يقلد الا عصبی او غبی}

کیا جو کچھ امام صاحب نے کہا میں بھی وہی کہوں؟ نہیں تقلید کرتا مگر ضدی یا گناہ گار یا غبی۔(لسان المیزان)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جان لو کہ مقلد جس بات پر تقلید کرتا ہے وہ کسی معتبر چیز پر نہیں تقلید سے عقل کا فائدہ و نفع باطل ہو جاتا ہے کیونکہ عقل صرف تامل و تدبر کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے (جبکہ تقلید اپنی عقل سے کام نہ لینے کا نام ہے) اور یہ بری بات ہے کہ روشنی حاصل کرنے کے لئے خدا کی طرف سے تو شمع ملے اور وہ اس کو بجھا دے اور اندھیرے میں چلے اور جان لو کہ عام مذاہب والوں کے دلوں میں جس کی عظمت بیٹھ گئی ہے اس کی بات بلا تدبر یا بغیر دیکھے دلیل کے لے لیتے ہیں یہ عین گمراہی ہے۔

(رسالہ "اجتہاد و تقلید" ص ۳۴ سید بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تقلید نہ علم حاصل کرنے کا راستہ (ذریعہ) ہے اور نہ علم تک پہنچانے والی چیز ہے نہ اصولاً نہ فروعاً اور جمہور علماء اور اصحاب عقل کا یہی کہنا ہے اس کے خلاف حشویہ ثعلبیہ فرقوں کے لوگ جاہل ہیں (جنکے ہاں تقلید علم ہے)۔

(تفسیر قرطبی جلد نمبر ۲)

(حنفیوں کے ۳۵۰ سوالات اور ان کے مدلل جوابات)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

{انی لا اقلد التابعی لانھم رجال ونحن رجال ولا یصح تقلیدھم}

کہ میں کسی تابعی کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور ان کی تقلید صحیح نہیں ہے۔

(نور الانوار ص ۲۱۹)

دوسری جگہ امام ابوحنیفہ سوال کرنے پر فرماتے ہیں:

{سئل ابو حنیفہ اذا قلت قولا و کتاب اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب اللہ؟ قال اذا قلت قولا و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر

الرسول صلی اللہ علیہ وسلم}

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اگر آپ کا کوئی قول اللہ کی کتاب کے خلاف ہو تو کیا کریں؟ فرمایا میرے قول کو چھوڑ دینا اللہ کی کتاب کو لے لینا۔

پھر کہا گیا اگر آپ کا قول اللہ کے رسول کی حدیث کے خلاف ہو تو کیا کریں؟ فرمایا اسی طرح میرے قول کو چھوڑ دینا اللہ کے رسول کے فرمان کو لے لینا۔

(عقد الجید ص ۴۵)، (حقیقت تقلید ص ۴۲)

تقلید ناپسندیدہ چیز تھی اس لئے ائمہ نے روکا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقلید سے روکا ہے:

{لا یحل لاحد ان یا خذ بقولی مالم یعلم من این قلته ونھی عن التقلید وندب الی معرفة الدلیل}

(مقدمہ ھدایہ ج ۱ ص ۹۳)

کسی ایک کے لئے حلال نہیں کہ وہ میرے قول کو لے جب تک یہ نہ جانے کہ میں نے کہاں سے کہا ہے؟ (قرآن وحدیث سے یا اپنے قیاس سے) پس تقلید سے منع کیا ہے اور معرفت دلیل کی ترغیب دی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب کی تقلید سے روکا ہے

فرمایا نہ میری تقلید کرنا اور نہ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ کسی اور کی بلکہ احکام کو وہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لیا یعنی کتاب وسنت سے۔

(تحفۃ الاخیار ص ۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقلید سے روکا

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

{فلا تقلدونی}

پس تم میری تقلید نہ کرنا۔

(عقد الجید ص ۵۴)

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا:

{یا ابراہیم لا تقلدنی فی کل ما اقول}

(عقد الجید ص ۸۰)

اے ابراہیم مزنی ہر ایک بات میں میری تقلید نہ کرنا۔

اسی طرح اسی ہی کتاب میں ایک جگہ فرمایا۔

{نھی عن تقلیدہ وتقلید غیرہ}

کہ میں اپنی تقلید سے اور اپنے علاوہ (سب) کی تقلید سے روکتا ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقلید سے روکا ہے

فرمایا:

{لا تقلد دینک احداً من ھؤلاء}

(اعلام الموقعین ص ۲۱۹ ج ۱)

کہ اپنے دین میں ان میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کرنا۔

دوسری دلیل روکنے کی

{لا تقلدني و لا تقلدن مالکا و لا الاوزاعی و لا النخعی و لا غیرھم وخذ الاحکام من حدیث اخذو امن الکتاب والسنۃ}

(عقید الجید ص ۸۱)

کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک رحمۃ اللہ علیہ اور نہ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور نہ نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ ان کے علاوہ سب کی تقلید کرنا اور احکام کو وہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لیا ہے یعنی کتاب وسنت سے۔

لہٰذا حصول علم کے دوران کسی کی بات کو اس وقت تک نہ مانے جب تک کہ اس کی بات کتاب وسنت کے مطابق نہ آ جائے۔

اسی لئے تقلیدی علم ممنوع ہے کیونکہ تقلید کی تعریف ہے کسی کی بات کو بغیر دلیل کے لئے لینا یہ علم نہیں ہے بلکہ جہالت ہے کیونکہ صحابہ کرام کسی کی بات کو

بغیر کسی دلیل کے نہ لیتے تھے بلکہ اس بات کی دلیل کا مطالبہ کرتے اور جب دلیل مل جاتی تب عمل کرتے تھے اس کے علاوہ آئمہ کرام نے بھی یہی کیا ہے کہ وہ ہر بات کی دلیل کا مطالبہ کرتے اور دلیل نہ ملنے کی صورت میں اسے چھوڑ دیتے۔

حدیث سے دشمنی کی چند ایک مثالیں

اسی طرح احناف حضرات تقلید کی خاطر احادیث وجوب طمانیت سجدہ و رکوع کو ضروری نہیں سمجھتے

{لاتجزی صلوۃ لایقیم الرجل فیها یعنی صلبه فی رکوعه وسجوده}

اس شخص کی نماز کفایت نہیں کرتی جو نماز کے لئے کھڑا ہو اور رکوع اور سجود میں اس کی کمر سیدھی نہ ہو۔

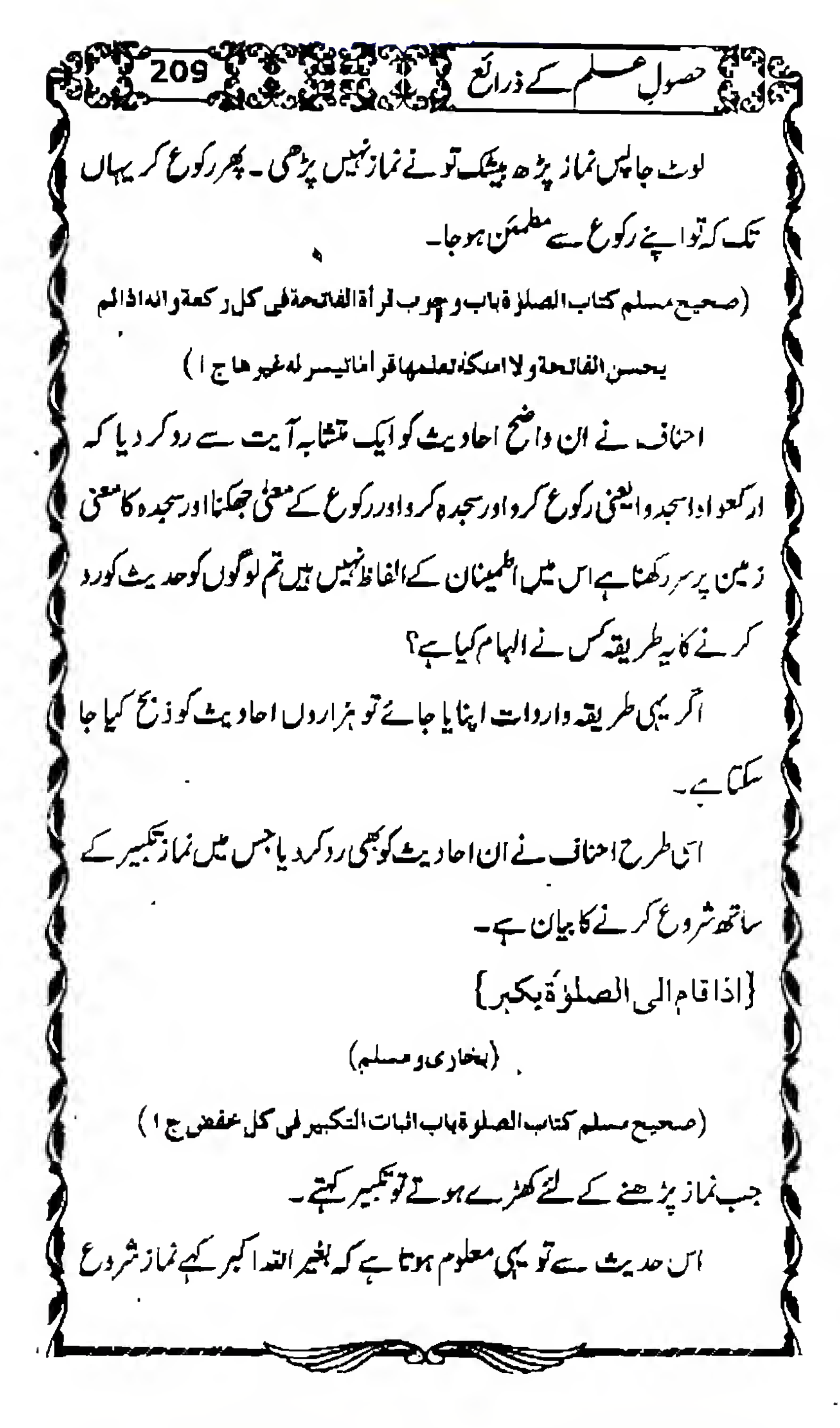
(جامع ترمذی کتاب الصلوۃ باب ماجاء فیمن لایقیم صلبه فی الرکوع والسجود)

اسی طرح اور حدیث مسیئ الصلوۃ جس میں ہے۔

ارجع فصل فانک لم تصل

اور حدیث

ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً



لوٹ جا پس نماز پڑھ بیشک تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو اپنے رکوع سے مطمئن ہو جا۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ وانہ اذا لم یحسن الفاتحۃ ولا امکنہ تعلمھا قرأ ما تیسر لہ غیرھا ج ۱)

احناف نے ان واضح احادیث کو ایک متشابہ آیت سے رد کر دیا کہ ارکعوا واسجدوا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کے معنی جھکنا اور سجدہ کا معنی زمین پر سر رکھنا ہے اس میں اطمینان کے الفاظ نہیں ہیں تم لوگوں کو حدیث کو رد کرنے کا یہ طریقہ کس نے الہام کیا ہے؟

اگر یہی طریقہ واردات اپنایا جائے تو ہزاروں احادیث کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح احناف نے ان احادیث کو بھی رد کر دیا جس میں نماز تکبیر کے ساتھ شروع کرنے کا بیان ہے۔

{اذا قام الی الصلوٰۃ یکبر}

(بخاری و مسلم)

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب اثبات التکبیر فی کل خفض ج ۱)

جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔

اس حدیث سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اللہ اکبر کہے نماز شروع

نہیں ہونی چاہئے مگر احناف ایک متشابہ آیت "ذکر اسم ربہ فصلی" سے ان احادیث کو ٹھکرا دیتے ہیں کہ اللہ نے اس آیت میں نماز کے لئے اللہ کا نام ذکر کرنے کا فرمایا ہے اس لئے جس لفظ سے اللہ کی تکبیر ادا ہو جائے ان سے نماز درست ہوگی۔

اسی طرح احناف نے ان احادیث کو بھی رد کر دیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{تحلیلھا التسلیم}

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب تحریم الصلوۃ و تحلیلھا حدیث ۶۱۲، ۶۱۴)

اور خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرماتے تھے اور احناف کا کہنا ہے کہ اعرابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے الفاظ نہیں سکھائے تھے حالانکہ اس وقت نہ سکھانا کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے مثلاً کمال شہرت کی وجہ سے اس اعرابی کو سلام کا طریقہ معلوم تھا اسی لئے اس وقت نہ بتایا ہو وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح احناف نے ان احادیث کو بھی رد کر دیا جس میں عبادات، وضو، غسل وغیرہ کی نیت شرط ہے۔

انما لامرئ ما نوی اور حدیث انما الاعمال بالنیات

اور کہا ہے کہ آیت

{إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ}

(المائدہ رکوع ۲ آیت ۲)

میں اللہ نے نیت کرنے کا ذکر نہیں کیا لہذا اسی لئے نیت شرط نہیں ہے۔

اسی طرح مہر قلیل یا کثیر جس پر فریقین راضی ہو جائیں صحیح ہے حتی کہ تعلیم قرآن بھی مہر ہو سکتی ہے۔ (تمام کتب احادیث)

مگر احناف نے قیاس فاسد سے استدلال کر کے اس کا خلاف کیا اور انہوں نے مہر کو چور کے قطع ید پر قیاس کیا ہے۔

حالانکہ سارق کے قطع ید اور صحت نکاح کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے یہ قیاس مع الفارق ہے پھر نص کے ہوتے ہوئے قیاس بھلا قبول بھی ہے؟

اسی طرح احناف نے اس حدیث کو بھی رد کر دیا جس میں عورتوں کی امامت کا اللہ کے رسول نے ام ورقہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کروائے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء)

یہ رد بھی انہوں نے ایک متشابہ حدیث سے کیا ہے جس میں ہے کہ وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جس کی حکمران (امر کی متولی) عورت ہو۔

حالانکہ اس سے مراد امارت اور حکومت ہے نہ کہ امامت نماز اور ان کی

روایت وشہادت اور افتاء وغیرہ کیونکہ یہ چیزیں اس حدیث میں ہرگز داخل نہیں اور بڑی تعجب کی بات ہے کہ جنہوں نے عورتوں کی امامت کا انکار کیا انہوں نے اس کے قاضی ہونے کو جائز رکھا ہے۔

اسی طرح احناف نے اس حدیث کو بھی رد کر دیا جس میں اذان ترجیع ثابت ہے۔

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے رد کیا جس میں ترجیع ثابت نہیں ہے۔

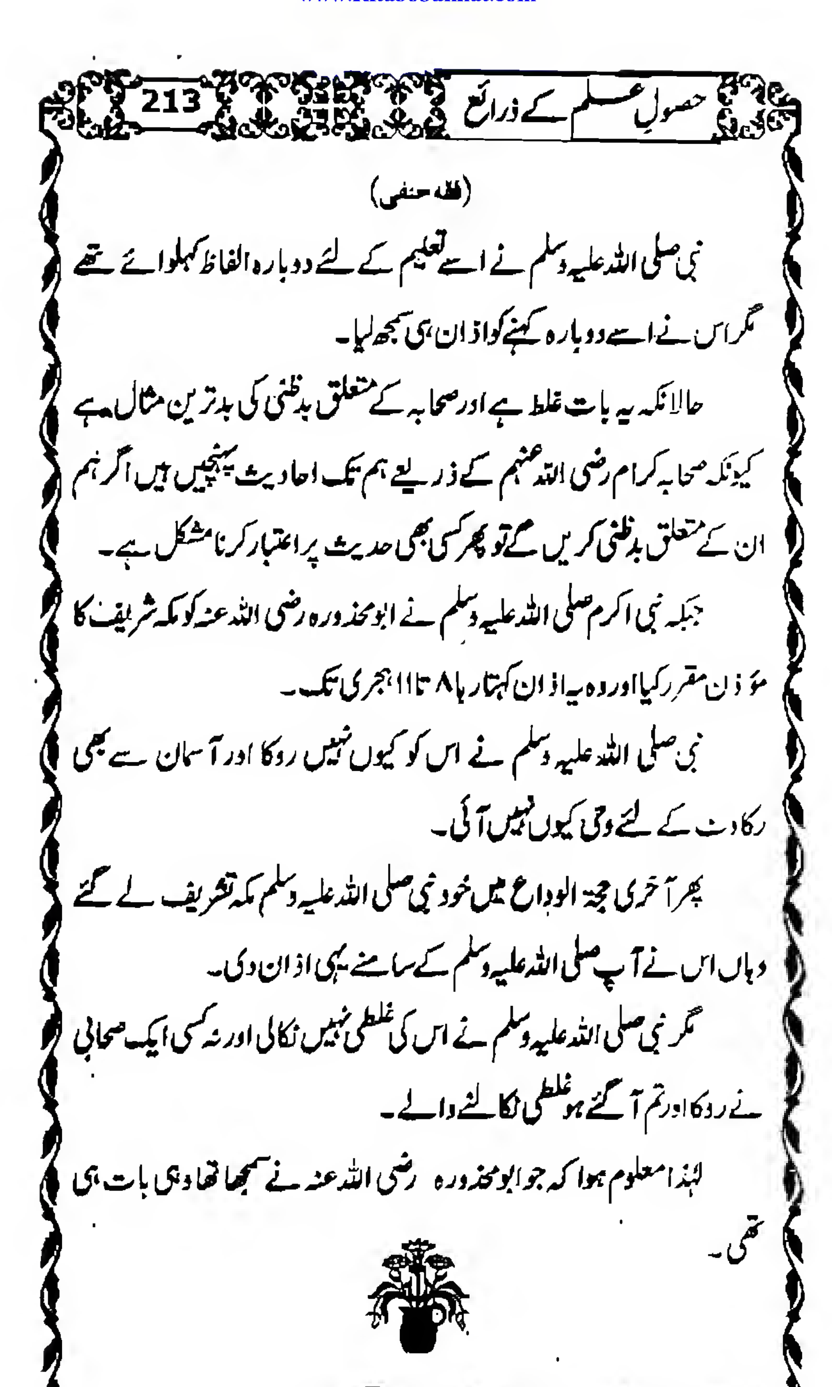
(ترمذی ص ۵۴ ابو داؤد ص ۷۳ ابن ماجہ ص ۵۱)

حالانکہ عبداللہ بن زیدؓ کی روایت ہجرت کے قریب کی ہے اور اذان ترجیع اس کے کافی بعد جنگ حنین کے موقع پر ہجرت کے آٹھویں سال کے بعد کی ہے اگر اذان عبداللہ بن زیدؓ میں ترجیع نہیں تو {الصلوٰۃ خیر من النوم} بھی نہیں ہے۔

تو پھر الصلوٰۃ خیر من النوم اذان میں کیوں اس حدیث کے خلاف کہی جاتی ہے؟

پھر احناف یہ چکر بھی چلاتے ہیں کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (جن کو نبی نے اذان ترجیع سکھائی) نے نعوذ باللہ غلط سمجھا تھا۔

{کان تعلیما فظنہ ترجیعا}



(طلعہ حنفی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تعلیم کے لئے دوبارہ الفاظ کہلوائے تھے مگر اس نے اسے دوبارہ کہنے کو اذان ہی سمجھ لیا۔

حالانکہ یہ بات غلط ہے اور صحابہ کے متعلق بدظنی کی بدترین مثال ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک احادیث پہنچیں ہیں اگر ہم ان کے متعلق بدظنی کریں گے تو پھر کسی بھی حدیث پر اعتبار کرنا مشکل ہے۔

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف کا مؤذن مقرر کیا اور وہ یہ اذان کہتا رہا ۸ تا ۱۱ ہجری تک۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں نہیں روکا اور آسمان سے بھی رکاوٹ کے لئے وحی کیوں نہیں آئی۔

پھر آخری حجۃ الوداع میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لے گئے وہاں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہی اذان دی۔

مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غلطی نہیں نکالی اور نہ کسی ایک صحابی نے روکا اور تم آ گئے ہو غلطی نکالنے والے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جو ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا وہی بات ہی تھی۔

حدیث سے دشمنی میں اصول خود بنایا اور اپنے مفاد کے لئے توڑ دیا

• اور جو اصول احناف نے حدیث کو ٹالنے کے لئے بنائے سب غلط ہیں ایک اصول یہ بنایا کہ خاص حکم خاص ہوتا ہے اور اس کو بیان کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا اسجدوا اور وارکعوا یہ دونوں خاص حکم میں ہیں اس لئے سجدہ کا معنی زمین پر ماتھا رکھنا اور رکوع کا معنی جھکنا۔

بس جو نماز میں تھوڑا سا جھک گیا یا ماتھا زمین پر رکھ دیا اس سے اللہ کا حکم ادا ہو گیا۔

لہٰذا حدیث:

{لا تجزی صلوۃ الخ}

(ترمذی الصلوۃ لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)

کو حکم الٰہی کے ساتھ لاحق کرنے کی ضرورت نہیں کہ رکوع اور سجدہ میں اطمینان بھی ضروری ہے۔

اس اصول اور قاعدے کی رو سے احناف نماز میں اطمینان کی فرضیت اور وجوب کے قائل نہیں ہیں اور ان احادیث کو اس قول الٰہی ارکعوا اسجدوا کی تفسیر نہ بنایا۔

پھر احناف نے اپنے اس بنائے ہوئے اصول اور قانون کو اپنے دیگر مسائل میں خود رد کر دیا چنانچہ وامسحوا برؤسکم جو خاص ہے کہ سر کا مسح ہو وہ جس طرح اور جتنا بھی ہو مسح ادا ہو جائے گا۔

حالانکہ احناف نے حدیث مسح ناصیہ کو اس مقام پر اس آیت کی تفسیر ٹھہرایا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جہاں (تقلید کی خاطر) حدیث کو ٹالنا ہے وہاں اصول کا نام لے لیا اور جہاں اپنے مذہب (تقلید) کے موافق ہے بے اصولا بن کر اصول کو توڑ دیا یہ کیسا اصول ہے اپنی مرضی والا کہ تم اصول کے پابند نہیں اصول تمہاری مرضی کا پابند ہے۔

دوسرا اصول:

کہ عام قطعی ہوتا مثل حدیث کے لہذا آیت

{فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ}

(المزمل آیت ۲۰ رکوع ۲)

{حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب}

سے اس عام کی تخصیص نہیں ہو سکتی ورنہ یہ قرآن پر زیادتی بنے گی جو ناجائز ہے مگر انہوں نے آیت

{فما استیسر من الهدی}

(البقرہ آیت ۱۹۶ رکوع ۲۴)

کی حدیث سے تخصیص کر لی اور وہ بھی صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ

رضی اللہ عنہما یا تابعی حضرت عطاء کے فتوی سے۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں حدیث مذہب کے خلاف ہے اس کو اصول پر قربان کر دیا اور جہاں حدیث بلکہ قول صحابی و تابعی فقہ کے موافق ہے وہاں اصول کو حدیث پر قربان کر دیا۔

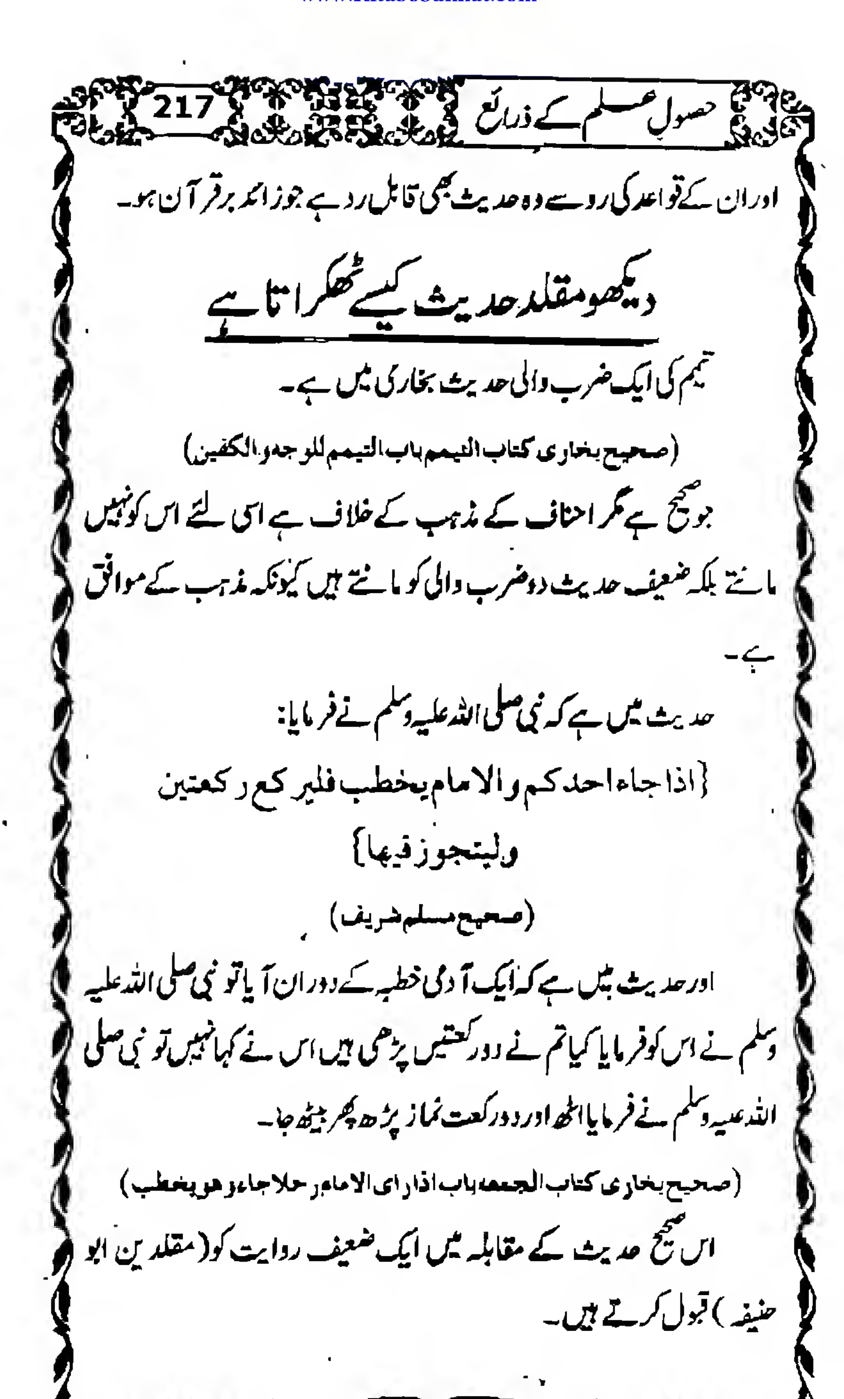
یعنی آپ کے نزدیک حدیث کی کوئی حیثیت نہیں جہاں چاہو اسکو قربان کر دو اور اپنی فقہ کو ڈوبنے سے بچالو اس سے زیادہ حدیث سے دشمنی اور کیا ہوگی؟

تیسرا اصول:

غیر فقیہ کی روایت اگر قیاس کے خلاف ہے تو اس کی روایت واجب العمل نہیں بلکہ قیاس کو قبول کیا جائے گا۔

اسی قاعدے کی بنا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایسی روایت کردہ مرفوع حدیث مصراۃ کے حکم کو قبول نہیں کیا کہ راوی غیر فقیہ ہے۔

مگر پھر خود احناف نے اپنے اس اصول کو رد کر دیا اس کی روایت حدیث قہقہہ سے کہ نمازی بالغ اگر قہقہہ لگائے تو وضو بھی ختم اور دوبارہ کرنا پڑے گا اگرچہ یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہے اور یہ ہے بھی قیاس کے خلاف مگر مذہب کے موافق ہے اسی لئے قبول کر لی اور قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جس میں ہے کہ بھول کر آدمی کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس کو اپنے مذہب کے موافق پا کر قبول کر لیا اور قیاس کو چھوڑ دیا۔



اوران کے قواعد کی رو سے وہ حدیث بھی قابل رد ہے جو زائد بر قرآن ہو۔

دیکھو مقلد حدیث کیسے ٹھکراتا ہے

تیمم کی ایک ضرب والی حدیث بخاری میں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التیمم باب التیمم للوجہ والکفین)

جو صحیح ہے مگر احناف کے مذہب کے خلاف ہے اسی لئے اس کو نہیں مانتے بلکہ ضعیف حدیث دو ضرب والی کو مانتے ہیں کیونکہ مذہب کے موافق ہے۔

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھا}

(صحیح مسلم شریف)

اور حدیث میں ہے کہ ایک آدمی خطبہ کے دوران آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کیا تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں اس نے کہا نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ پھر بیٹھ جا۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب اذا رای الامام رجلا جاء وھو یخطب)

اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں ایک ضعیف روایت کو (مقلدین ابو حنیفہ) قبول کرتے ہیں۔

{ولابی حنیفة قوله علیه السلام اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام من غیر فصل}

(ھدایہ ج ۱ ص ۱۷۱)

کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام خطبہ کے لئے آجائے تو نہ نماز جائز ہے اور نہ کلام جبکہ اسی روایت کے متعلق درایہ مع ہدایہ میں ہے کہ یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ہے اور تحقیق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مرفوع کو وہم بتایا ہے اور اصل میں یہ کلام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اور موطا میں اسی طرح ہے کہ امام کا خطبہ کے لئے آنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے کلام کرنے اور بات کرنے کو ممنوع کر دیتا ہے۔

فقہ حنفی کے دس مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں

بہت سے مسائل فقہ حنفیہ کے صریح آیتوں اور صریح حدیثوں کے خلاف ہیں۔

۱۔ حدیث میں ہے کہ جب تک رکوع وسجدہ میں اطمینان نہ کیا جائے نماز نہیں ہوتی لیکن فقہ حنفی کہتی ہے نماز ہو جاتی ہے۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ نماز شروع ہوتی ہے لفظ اللہ اکبر سے لیکن فقہ حنفی کہتی ہے اس کے علاوہ کسی بھی لفظ سے شروع ہو جاتی ہے۔

۳۔ حدیث میں ہے کہ نماز صرف سلام سے ہی ختم ہوتی ہے لیکن فقہ حنفی کہتی ہے کہ تشہد کے بعد جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے سے بھی نماز ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ حدیث میں ہے کہ ہر عمل میں نیت کرنا شرط ہے۔

{انما الاعمال بالنیات}

لیکن فقہ حنفی کہتی ہے کہ وضو اور غسل میں نیت کرنا شرط نہیں ہے۔

۵۔ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار میں حصہ مقرر کرنا صحیح ہے لیکن فقہ حنفی کہتی ہے کہ امام صاحب (ابوحنیفہ) کے ہاں ایسا ممنوع ہے۔

۶۔ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار اگر پانچ وسق (تقریباً انیس من) سے کم ہو تو اس میں عشر نہیں ہے لیکن فقہ حنفی میں ہے کہ اس میں عشر ہے۔

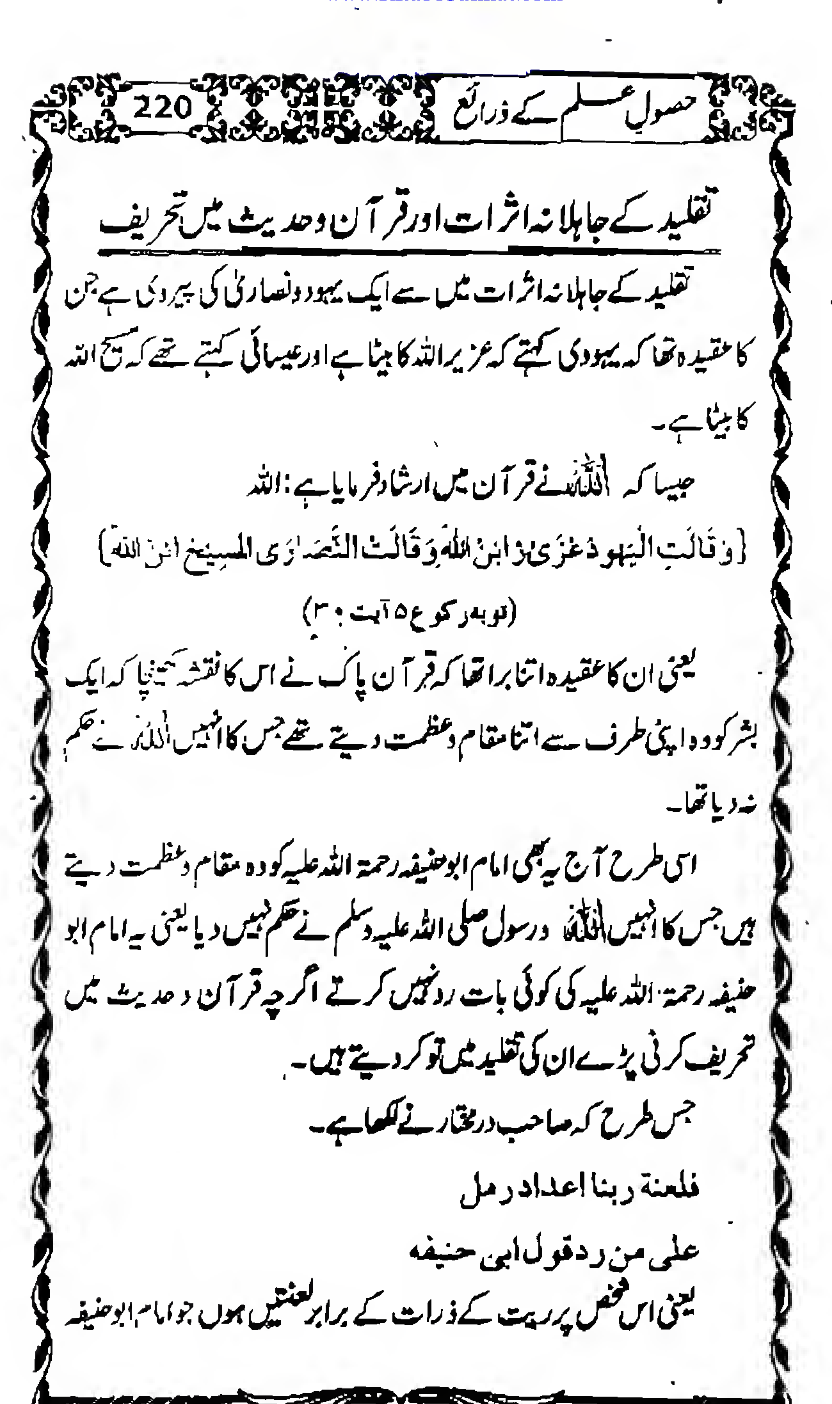
۷۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا حق مہر کم سے کم لوہے کی انگوٹھی یا تعلیم قرآن ہو سکتا ہے لیکن فقہ حنفی میں یہ مہر نہیں ہو سکتا۔

۸۔ حدیث میں وتر ایک رکعت بھی آیا ہے لیکن فقہ حنفی ایک وتر کو تسلیم نہیں کرتی۔

۹۔ حدیث میں ہے کہ فرضوں کی جماعت ہوتے ہوئے سنتیں و نوافل پڑھنے ناجائز ہیں لیکن فقہ حنفی میں اس کے خلاف آیا ہے۔

۱۰۔ حدیث سے امام کے لئے نماز میں رکوع کے بعد ربنا لک الحمد کہنا ثابت ہے لیکن فقہ حنفی اس کو بھی تسلیم نہیں کرتی۔

{تلک عشرۃ کاملۃ}



تقلید کے جاہلانہ اثرات اور قرآن وحدیث میں تحریف

تقلید کے جاہلانہ اثرات میں سے ایک یہود ونصاریٰ کی پیروی ہے جن کا عقیدہ تھا کہ یہودی کہتے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے: اللہ

{وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ}

(توبہ رکوع ۵ آیت ۳۰)

یعنی ان کا عقیدہ اتنا برا تھا کہ قرآن پاک نے اس کا نقشہ کھینچا کہ ایک بشر کو وہ اپنی طرف سے اتنا مقام وعظمت دیتے تھے جس کا انہیں اللہ نے حکم نہ دیا تھا۔

اسی طرح آج یہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مقام وعظمت دیتے ہیں جس کا انہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا یعنی یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بات رد نہیں کرتے اگرچہ قرآن وحدیث میں تحریف کرنی پڑے ان کی تقلید میں تو کر دیتے ہیں۔

جس طرح کہ صاحب درمختار نے لکھا ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل

علی من رد قول ابی حنیفه

یعنی اس شخص پر ریت کے ذرات کے برابر لعنتیں ہوں جو امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو ٹھکرا دے۔ کیسی جاہلانہ بات ہے۔

حتی کہ یہ تک نہیں سوچا کہ اس کی زد میں کون کون آ رہے ہیں؟

حالانکہ حنفی علماء نے خود لکھا ہے کہ صاحبین یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً دو تہائی مسائل میں اختلاف کیا ہے یعنی دو تہائی مسائل میں امام صاحب کے قول کو ٹھکرایا ہے تم کہتے ہو جو ایک قول کو چھوڑ دے اس پر ریت کے ذرات کے برابر لعنتیں ہوں۔

تو بتایئے تمہارے اس فارمولے کے عین مطابق امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام بنے گا۔

بلکہ خود مقلدین بعض مصلحتوں کے تحت اپنے امام کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں ایک کتاب جس کا نام ہے "المھند علی المفند" اس کے اندر صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ ہمارے علماء کا اور مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اور ہماری جماعت فروعات میں مقلد ہیں مقتداءِ خلق حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے:

اصول اور اعتقادات میں پیرو (مقلد) ہیں امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے:

یعنی ہم صرف فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں باقی اصولی اور اعتقادی مسائل میں ہم دو اماموں کے مقلد ہیں ایک ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ابو منصور ماتریدی کے:

اصول اور عقائد میں ہمارے امام اشعری و ماتریدی ہیں اور صرف فروعات میں ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں:

اور یہود ونصاریٰ کی پیروی اس طرح بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے جس طرح اپنی کتابوں میں تحریف کی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

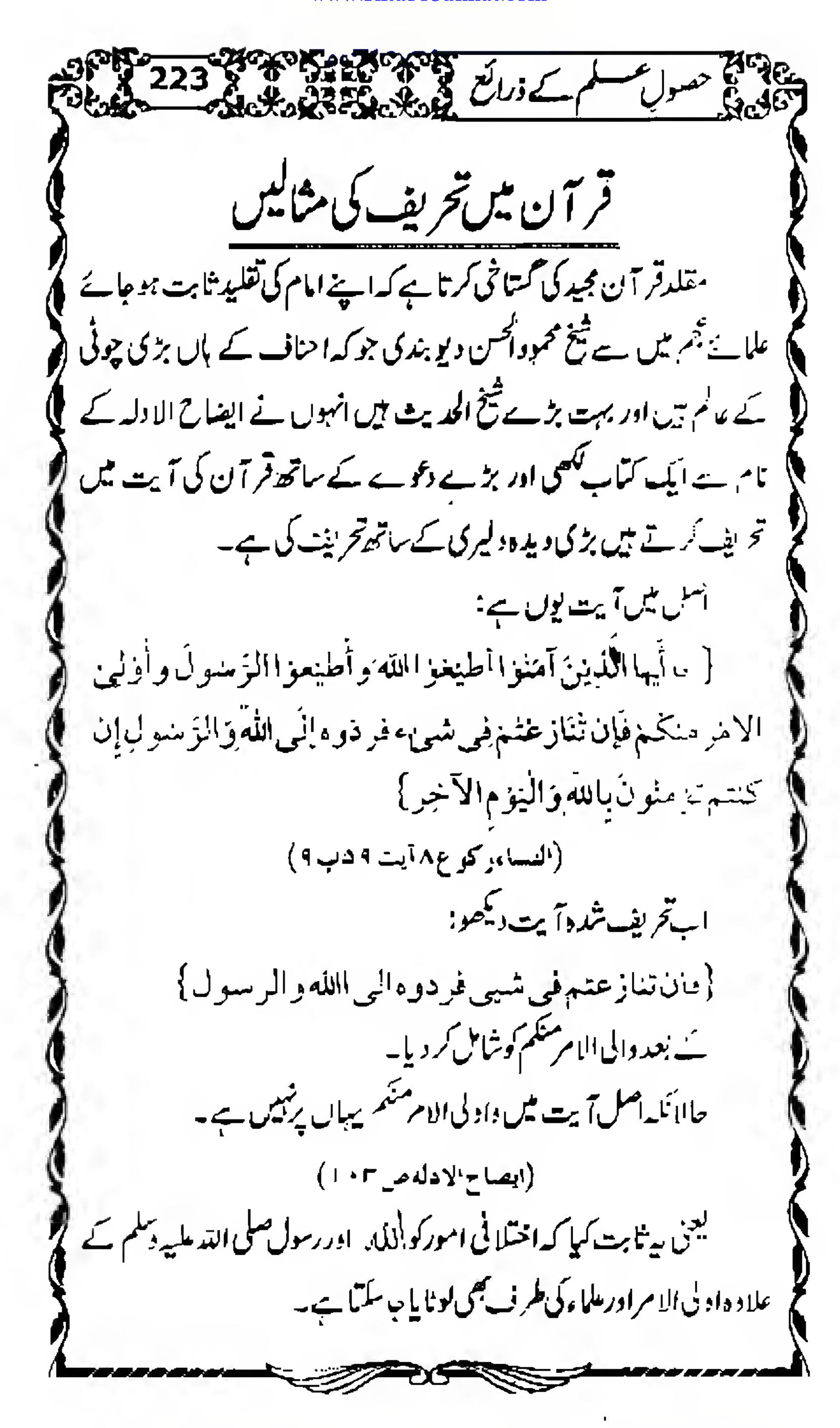
{يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ}

(المائدہ رکوع ۳ آیت ۱۳)

یعنی انہوں نے تورات اور انجیل میں تحریفیں کرکے ان کو مسخ کر کے رکھ دیا حالانکہ وہ ہدایت کی اساس تھیں۔

انہیں محترف کیا، لفظی تحریف بھی کرتے، معنوی تحریف بھی، آیتوں کو حذف کردیتے کچھ بڑھا دیتے یا کم کردیتے اپنی مرضی کے معنی بیان کر کے تحریفیں کرتے یہ ان کا وطیرہ تھا۔

یہ خصلتیں آج مقلدین میں پائی جاتی ہیں جن کو ایک ہی فکر ہے یعنی انتصار مذہب کہ مذہب کی نصرت کرنی اور اسے بچانا یہی فکر انہیں دامن گیر رہتی ہے اس کو بچانے کے لئے بعض اوقات قرآن وحدیث میں اگر تحریف کرنی پڑ جائے تو ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور تحریف کا یہ سلسلہ صرف مذہب کو بچانے کیلئے مقلدین میں ہی ملتا ہے اور مقلدین میں سے بھی جو مختلف گروہ ہیں ان میں سے بھی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے ہیں ان میں یہ مرض زیادہ ہے۔



قرآن میں تحریف کی مثالیں

مقلد قرآن مجید کی گستاخی کرتا ہے کہ اپنے امام کی تقلید ثابت ہو جائے علمائے عجم میں سے شیخ محمود الحسن دیوبندی جو کہ احناف کے ہاں بڑی چوٹی کے عالم ہیں اور بہت بڑے شیخ الحدیث ہیں انہوں نے ایضاح الادلہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور بڑے دعوے کے ساتھ قرآن کی آیت میں تحریف کرتے ہیں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ تحریف کی ہے۔

اصل میں آیت یوں ہے:

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ }

(النساء، رکوع ۸ آیت ۹ د پ ۹)

اب تحریف شدہ آیت دیکھو:

{ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول }

کے بعد والی الامر منکم کو شامل کر دیا۔

حالانکہ اصل آیت میں واولی الامر منکم یہاں پر نہیں ہے۔

(ایضاح الادلہ ص ۱۰۳)

یعنی یہ ثابت کیا کہ اختلافی امور کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اولی الامر اور علماء کی طرف بھی لوٹایا جا سکتا ہے۔

حالانکہ آیت کا یہ حصہ جو انہوں نے پیش کیا ہے یہ اللہ کے قرآن میں نہیں ہے یہ قرآن میں اضافہ ہے اللہ کے رسول کا فرمان ہے:

{ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي مستجاب}

کہ چھ قسم کے انسان ایسے ہیں جن پر میری بھی لعنت ہے اور اللہ کی بھی لعنت ہے اور ہر نبی کی لعنت ہے ان میں سے ایک شخص وہ ہے:

{الزائد في كتاب الله}

جو اللہ کی کتاب میں اضافہ کرے۔ (ترمذی ابواب)

اب بتاؤ

{فردوه الى الله والرسول والى اولي الامر منكم}

یہ کونسے قرآن کی آیت یہ کس پارے کی آیت ہے؟ اگر یہ کوئی اکتیسواں پارہ ہے تو اس کی ہو سکتی ہے لیکن جو قرآن کے ۳۰ پارے معروف ہیں اور امت کے پاس موجود ہیں ان میں یہ آیت نہیں ہے۔

اس سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ تقلید کو ثابت کرنے کے لئے اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ ذکر کرتے نہ کہ قرآن میں تحریف کے سہارے لیتے۔

معنی یہ کہ اس قضیئے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل ہے ہی نہیں پتا چلا کہ جو شخص دلیل سے تہی دست و تہی دامن ہو وہی قرآن میں تحریف کر سکتا ہے۔

اور جس کا دامن دلائل سے بھرپور ہو قرآن پاک کی آیت اس کے

پاس ہوں اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اس کے پاس ہوں وہ کبھی تحریف نہیں کرے گا۔

کیونکہ تحریف یہود ونصاریٰ کی خصلت ہے۔

دوسری مثال:

علامہ شبلی نعمانی حنفی اپنے امام کے مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے سیرۃ نعمان ص ۲۴۷ پر لکھا ہے کہ امام صاحب (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے قرآن کریم کی جو آیتیں استدلال میں پیش کی ہیں ان سے وضاحتاً ثابت ہوتا ہے کہ دونوں چیزیں ہیں (یعنی ایمان اور عمل) کیونکہ تمام آیتوں میں عمل کو ایمان پر معطوف کیا ہے اور ظاہر ہے جز کل پر معطوف نہیں ہوسکتا۔

اپنے امام کے مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی آیت میں تحریف کردی۔ اصل آیت:

{من یؤمن باللہ ویعمل صالحا}

(الطلاق رکوع ۲ آیت ۱۱ پ ۲۸)

تحریف شدہ آیت:

{من یومن باللہ فیعمل صالحا}

یعنی واؤ کو فا سے تبدیل کرکے تحریف کی تاکہ عمل الگ ہوجائے اور ایمان الگ ہوجائے کیونکہ عربی لغت ایسی ہے کہ اس میں ایک حرف کی تبدیلی سے مفہوم بدل جاتا ہے۔

احادیث میں تحریف کی مثالیں

کبھی مقلد قرآن مجید کی گستاخی کرتا ہے اپنے امام کی تقلید ثابت کرنے کے لئے اور کبھی احادیث میں مقلدین نے ان گنت تحریفیں کی ہیں جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں تحریف کی ہے۔

{عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرین لیلة الحدیث}

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب القنوت فی الوتر حدیث نمبر ۱۴۲۹)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر پر پس انہوں نے ان کو بیس راتیں نماز (تراویح) پڑھائی اس حدیث میں ذکر ہے کہ بیس راتیں نماز پڑھائی لیکن تحریف کرنے والوں نے رات کی جگہ پر رکعت کر دیا یعنی عشرین لیلۃ کی جگہ عشرین رکعۃ کر دیا یہاں پر تحریف کرنا صرف اور صرف اپنے مذہب کو سچا کرنا اور امام کی تقلید کو ثابت کرنا مراد تھا۔

یعنی صحیح حدیث میں تراویح آٹھ رکعت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تراویح بیس رکعت ہے تو اس حدیث میں اپنے مذہب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بیس راتوں کی جگہ بیس رکعات کر دی۔

حصول علم کی دعائیں

1۔ اب میں اپنی اس کتاب کا اختتام حصول علم کی چند دعاؤں سے کرتی ہوں:

۲۔ {رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي} (القرآن)

اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھ سکیں۔

۳۔ {رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا} (القرآن)

اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

۴۔ {اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا}

اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والے علم، قبول ہونے والے عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتی ہوں۔ (مشکوٰۃ)

۵۔ {اللَّهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَزِدْنَا عِلْمًا}

اے اللہ! جو تونے ہمیں سکھایا اس کے ساتھ نفع دے اور ہمیں وہ سکھا جو ہمیں نفع دے اور ہمارے علم میں اضافہ کر۔ (ابن ماجہ)

٦۔ {اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا} (مسلم)

اے اللہ! میں پناہ مانگتی ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو نہ ڈرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔

افضل دعا

﴿عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَأُعْطِيتَهَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ﴾

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1467

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی دعا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رب سے عافیت اور دنیا وآخرت میں معافی مانگا کرو۔ وہ دوسرے دن پھر حاضر ہوا اور وہی سوال کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ وہ تیسرے دن پھر حاضر ہوا اور وہی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تجھے دنیا وآخرت میں معافی مل گئی پھر تو کامیاب ہو گیا۔

اپنی دعا میں دوسروں کو بھی شریک کیجیے

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا﴾

سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 379

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اس نے نماز پڑھی (حدیث کے ایک راوی) عبدہ نے کہا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور یوں دعا کرنے لگا اے اللہ مجھ پر رحم کر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ رحم میں کسی اور کو شریک نہ کر یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے کشادہ کو تنگ کر دیا (یعنی اللہ کی رحمت بیحد وسیع ہے یہ تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتی)

کسی کی پیٹھ پیچھے دُعا کرنا باعثِ قبولیت ہے

﴿عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ

بمثلٍ﴾ صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 7242

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی مسلمان اپنے بھائی کے پس پشت اس کے لئے دعا مانگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اسی کی طرح ہو۔

اللہ اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھتا ہے

﴿عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا أَوْ قَالَ خَائِبَتَيْنِ﴾ سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 547

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا پروردگار بہت باحیاء اور کریم (معزز و مہربان اور جواد فیاض) ہے۔ اسے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ اسکا بندہ اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے پھر وہ اسکے ہاتھ خالی اور نا کام لوٹا دے۔

اللہ سے ہمیشہ خیر مانگو

﴿عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ

إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ﴾ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2335)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کی عیادت کی جو مرغی کے چوزہ کی طرح کمزور ہو چکا تھا تو رسول اللہ نے فرمایا کیا تو کسی چیز کی دعا مانگتا تھا یا اس سے کسی چیز کا سوال کرتا تھا اس نے عرض کیا جی ہاں میں کہتا تھا اے اللہ جو تو آخرت میں مجھے سزا دینے والا ہے اسے فورا دنیا میں ہی مجھے دے دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک ہے، نہ تو اس کی طاقت رکھتا ہے اور نہ استطاعت تو نے یہ کیوں نہ کہا اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے اس کے لئے دعا مانگی پس اللہ نے اُسے شفاء عطا فرمائی۔

جمعہ کے دن میں ایک گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا»

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 298

عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابوالزناد، اعرج، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا تذکرہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان بندہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اس ساعت میں جو چیز بھی اللہ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے اس ساعت کی کمی کی طرف اشارہ کیا۔





اظہارِ ناراضگی سے غلطی کا احساس دِلانا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد) کعب بن مالک سے سنا (جو اپنے والد کو نابینا ہو جانے کی وجہ سے پکڑ کر چلایا کرتے تھے) انہوں نے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں حاضر رہا۔ مگر تبوک اور بدر میں پیچھے رہ گیا مگر بدر میں پیچھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نہیں ہوا جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ قافلہ قریش کا تعاقب کیا جائے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے اچانک حائل کر دیا اور جنگ ہو گئی میں (بیعت) عقبہ کی رات کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اسلام پر قائم رہنے کا عہد لیا اور مجھے تو (بیعت) عقبہ کی رات جنگ بدر کے مقابلہ میں عزیز ہے اگرچہ جنگ بدر کو لوگوں میں زیادہ شہرت اور فضیلت حاصل ہے اور جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں مگر اس غزوہ کے وقت میں دو سواریوں کا مالک بن گیا، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کہیں جنگ کا خیال کرتے تو صاف صاف پتہ نشان اور جگہ

نہیں بتاتے تھے بلکہ (جنگی حکمتِ عملی کے تحت) کچھ گول مول (مجہول) الفاظ میں ظاہر کرتے تھے تاکہ کوئی دوسرا مقام سمجھتا رہے غرض جب لڑائی کا وقت آیا تو گرمی بہت شدید تھی راستہ طویل اور بے آب وگیاہ تھا دشمن کی تعداد زیادہ تھی لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پورے طور پر آگاہ کر دیا کہ ہم تبوک جا رہے ہیں، تاکہ تیاری کر لیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کثیر تعداد میں مسلمان موجود تھے مگر کوئی ایسی کتاب وغیرہ نہیں تھی کہ اس میں سب کے نام لکھے ہوئے ہوں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا کہ جو اس لڑائی میں شریک ہونا نہ چاہتا ہو مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتے تھے کہ کسی کی غیر حاضری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وحی نہ آئے غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور یہ وقت تھا جب کہ میوہ پک رہا تھا اور سایہ میں بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا (گرمی کے دن تھے) سب تیاریاں کر رہے تھے مگر میں ہر صبح کو یہی سوچتا تھا کہ میں تیاری کر لوں گا کیا جلدی ہے؟ میں تو ہر وقت تیاری کر سکتا ہوں اسی طرح دن گزرتے رہے ایک روز صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے میں نے سوچا ان کو جانے دو اور میں دو ایک دن میں تیاری کر کے راستہ میں ان سے جا ملوں گا، غرض دوسری صبح کو میں نے

تیاری کرنی چاہی مگر نہ ہو سکی اور میں یوں ہی رہ گیا، تیسرے روز بھی یہی ہوا اور پھر میرا برابر یہی حال ہوتا رہا اب سب لوگ بہت دور نکل چکے تھے میں نے کئی مرتبہ قصد کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاؤں مگر تقدیر میں نہ تھا کاش! ایسا کر لیتا ۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد میں جب مدینہ میں چلتا پھرتا تو مجھ کو یا تو منافق نظر آتے یا وہ نظر آتے جو کمزور ضعیف اور بیمار تھے مجھے بہت افسوس ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں مجھے کہیں بھی یاد نہیں کیا البتہ تبوک پہنچ کر جب سب لوگوں میں تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن مالک کہاں ہیں؟ بنی سلمہ کے ایک آدمی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں لیکن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے اچھی بات نہیں کی۔ خدا کی قسم اے اللہ کے رسول! ہم تو انہیں اچھا آدمی جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو رہے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ رہے ہیں تو میں سوچنے لگا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ ہاتھ آ جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ سے مجھے بچا سکے پھر میں اپنے گھر کے سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنے

لگا کہ اس سلسلہ میں کچھ تم بھی سوچو، مگر جب یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بالکل قریب آ گئے ہیں تو میرے دل سے اس حیلہ کا خیال دور ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ جھوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نہیں بچا سکے گا، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے آنا شروع کیا اور اپنے اپنے عذر بیان کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی یا اس سے کچھ زیادہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے عذر قبول کر لئے اور ان سے دوبارہ بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے دلوں کے خیالات کو خدا کے حوالے کر دیا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی آیا السلام علیکم کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی مسکراہٹ سے جس میں غصہ بھی جھلک رہا تھا جواب دیا اور فرمایا آؤ، میں سامنے جا کر بیٹھ گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ حالانکہ تم نے تو سواری کا بھی انتظام کر لیا تھا میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا درست ہے میں اگر کسی اور کے سامنے ہوتا تو ممکن تھا کہ اس سے بہانہ وغیرہ کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ میں بول بھی خوب سکتا ہوں مگر خدا گواہ

ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے جھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لیا تو کل اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔

اس لئے میں سچ ہی بولوں گا چاہے آپ میرے اوپر غصہ ہی کیوں نہ فرمائیں آئندہ کو تو خدا کی مغفرت اور بخشش کی اُمید رہے گی خدا کی قسم میں قصوروار ہوں حالانکہ مال و دولت میں کوئی بھی میرے برابر نہیں ہے مگر میں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شریک نہ ہوسکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کعب نے صحیح بات بیان کر دی اچھا جاؤ اور خدا کے حکم کا اپنے حق میں انتظار کرو غرض میں اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے آدمی بھی میرے ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اب تک تمہارا کوئی گناہ نہیں دیکھا ہے تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی بہانہ پیش کر دیا ہوتا حضور کی دعاء مغفرت کے لئے کافی ہوتی وہ برابر مجھے یہی سمجھاتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور پہلے والی بات کو غلط ثابت کر کے کوئی بہانہ پیش کر دوں۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی ہے؟ جس نے میری طرح اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے انہوں نے کہا ہاں دو آدمی اور بھی ہیں جنہوں نے اقرار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی فرمایا ہے جو کہ تم

سے ارشاد کیا ہے میں نے ان کے نام پوچھے تو کہا ایک مرارہ بن ربیع عمروی دوسرے ہلال بن امیہ واقفی یہ دونوں نیک آدمی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے مجھے ان سے ملنا اچھا معلوم ہوتا تھا غرض ان دو آدمیوں کا نام سن کر مجھے اطمینان ہو گیا اور میں چل دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا کہ ان تین آدمیوں سے کوئی کلام نہ کرے مگر دوسرے رہ جانے والے اور جھوٹے بہانے کرنے والوں کے لئے یہ حکم نہیں دیا تھا آخر لوگوں نے ہم سے الگ رہنا شروع کر دیا اور ہم ایسے ہو گئے جیسے ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے گویا آسمان وزمین بدل گئے ہیں غرض پچاس راتیں اسی حال میں گزر گئیں میرے دونوں ساتھی تو گھر میں بیٹھ گئے مگر میں ہمت والا تھا نکلتا رہا نماز جماعت میں شریک ہوتا یا زار وغیرہ جاتا مگر کوئی بات نہیں کرتا تھا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر رونق افروز ہوتے میں سلام کرتا اور مجھے ایسا شبہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہل رہے ہیں شاید (دل میں) سلام کا جواب دے رہے ہیں پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھنے لگتا مگر آنکھ چرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھتا رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں (میرے متعلق رویہ کیا ہے) چنانچہ میں جب نماز میں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم مجھے دیکھتے رہتے اور جب میری نظر آپ سے ملتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیا کرتے تھے۔

اس حال میں مدت گزر گئی اور میں لوگوں کی خاموشی سے عاجز آ گیا اور پھر اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس باغ میں آیا اور سلام کیا اور اس سے مجھے بہت محبت تھی مگر خدا کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا اے ابوقتادہ تو مجھے اللہ اور اس کے رسول کا طرفدار جانتا ہے یا نہیں؟ مگر اس نے جواب نہ دیا پھر میں نے قسم کھا کر یہی بات کہی مگر جواب ندارد! میں نے تیسری مرتبہ یہی کہا تو ابوقتادہ نے صرف اتنا جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم ہے پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس چل دیا۔

میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نصرانی کسان جو ملک شام کا رہنے والا تھا اور اناج فروخت کرنے آیا تھا وہ میرا پتہ لوگوں سے معلوم کر رہا تھا تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں وہ میرے پاس آیا اور غسان کے نصرانی بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر بہت زیادتی کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے تم کو ذلیل نہیں بنایا ہے تم بہت کام کے آدمی ہو تم میرے پاس آ جاؤ ہم تم کو بہت آرام سے رکھیں گے میں نے سوچا یہ دوہری

آزمائش ہے اور پھر اس خط کو آگ کے تندور میں ڈال دیا ابھی صرف چالیس راتیں گزری تھیں اور دس باقی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے آ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو میں نے کہا کیا مطلب ہے؟ طلاق دے دوں یا کچھ اور خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا بس الگ رہو اور مباشرت وغیرہ مت کرو ایسا ہی حکم میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ملا تھا غرض میں نے بیوی سے کہا کہ تم اپنے رشتہ داروں میں جا کر رہو جب تک اللہ تعالیٰ میرا فیصلہ نہ فرما دے۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ میرا خاوند بہت بوڑھا ہے اگر میں اس کا کام کر دیا کروں تو کوئی برائی تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نہیں مگر وہ صحبت نہیں کر سکتا اس نے عرض کیا حضور اس میں تو ایسی خواہش ہی نہیں ہے اور جب سے یہ بات ہوئی ہے رو رہا ہے اور جب سے اس کا یہی حال ہے کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کچھ میرے عزیزوں نے کہا کہ تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اپنی بیوی کے بارے میں ایسی ہی اجازت حاصل کر لو تاکہ وہ تمہاری خدمت کرتی رہے جس

طرح ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت مل گئی ہے میں نے کہا خدا کی قسم!
میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا
فرمائیں میں نوجوان آدمی ہوں ہلال کی مانند ضعیف نہیں ہوں غرض اس کے
بعد وہ دس راتیں بھی گزر گئیں اور میں پچاسویں رات کی صبح کو نماز کے بعد
اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی اجیرن ہو چکی ہے اور
زمین میرے لئے باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو چکی ہے۔

اتنے میں کوہ سلع پر سے کسی پکارنے والے نے نہایت بلند آواز سے
کہا اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تجھے خوش خبری ہو اس آواز کے سنتے ہی
میں خوشی سے فوراً سجدے میں گر پڑا اور یقین کر لیا کہ اب یہ مشکل آسان
ہوگئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھ کر ہماری توبہ
قبول ہونے کا اعلان کر دیا تھا لوگ مجھے خوش خبری دینے آئے اور میرے
دونوں ساتھیوں کے پاس بھی کچھ خوش خبری دینے والے گئے۔

ایک آدمی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو بھگاتے ہوئے
میرے پاس آئے اور ایک بنی سلمہ کا آدمی سلع پہاڑ پر چڑھ گیا اس کی آواز
جلدی میرے کانوں تک پہنچ گئی اس وقت میں اس قدر خوش ہوا کہ اپنے
دونوں کپڑے اتار کر اس کو دیدیئے میرے پاس ان کے سوا کوئی دوسرے
کپڑے نہیں تھے میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے لے کر پہنے پھر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے لگا راستہ میں لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو مجھے مبارکباد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمہیں مبارک ہو کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر دوڑے مصافحہ کیا پھر مبارک باد دی مہاجرین میں سے یہ کام صرف طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔

خدا گواہ ہے کہ میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا کعب کہتے ہیں کہ پھر جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے کعب! یہ دن تمہیں مبارک ہو جو سب دنوں سے اچھا ہے تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک میں نے عرض کیا حضور! یہ معافی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا اور ہم آپ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے۔

پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اس نجات اور معافی کے شکریہ میں اپنا

سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیرات نہ کردوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھوڑا کرو اور کچھ اپنے لئے بھی رکھو کیونکہ یہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے میں نے عرض کیا ٹھیک ہے میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں پھر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات پائی ہے اب میں تمام زندگی سچ ہی بولوں گا خدا کی قسم! میں نہیں کہہ سکتا کہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے کسی پر ایسی مہربانی فرمائی ہو جیسی مجھ پر کی ہے اس وقت سے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی بات کہہ دی پھر اس وقت سے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں امید کرتا ہوں کہ زندگی بھر خدا مجھے جھوٹ سے بچائے گا۔ ....)

1۔ (صحیح البخاری: کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک وقول اللہ عز وجل (وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا)

2۔ (صحیح مسلم: کتاب التوبہ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ)

3۔ (مسند احمد: حدیث کعب بن مالک الانصاری)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

(محترم عبدالرحیم صاحب تجر مدیر مرکز الحرمین الاسلامی ملتان)

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ملتان

دین کے علم کا حصول ہر مرد وعورت پر فرض ہے، یہ وہ علم ہے جس کی اہمیت اور فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی (اقرا باسم ربك الذی خلق.... الخ) سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

لیکن اس مادہ پرستی کے دور میں جو کہ بہت افراتفری کا دور ہے لوگ حصول علم کی بجائے دُنیا ومافیہا کے حصول میں مصروف ہیں، ہر طرف جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں۔

شرک وبدعات، خرافات کے جال میں مسلمان پھنستے جارہے ہیں، تقلید کے جمود نے اصل دین سے لوگوں کو غافل کر دیا ہے۔ دینی علم کے حصول سے غفلت کا شکار نوجوان نسل فحاشی وعریانی کے سیلاب میں بہہ رہی ہے۔

ڈش، کیبل، الیکٹرانک میڈیا کا دلدادہ اخلاق سے عاری نوجوان اپنی اصل میراث (علم) سے محروم ہوتا جارہا ہے۔ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے ہنود و یہود کے کلچر کو اپنانے میں اپنی عزت اور فوز و فلاح سمجھتا ہے۔"

ایسے دور میں کہ جب علم اٹھتا جا رہا ہو، اسے معمولی اور غیر ضروری سمجھ کر پسِ پشت ڈالا جا رہا ہو اور دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے اسے رکاوٹ سمجھا جا رہا ہو۔

محترم مولانا محمد احسن سلفی حفظہ اللہ کی اہلیہ محترمہ ہماری دینی بہن محترمہ امّ عمیر سلفی حفظہا اللہ تعالیٰ کے (حصولِ علم کے ذرائع) کتاب لکھنا عظیم اور مستحسن کاوش ہے، یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا مطالعہ کرنے سے طالب علم اپنے اصلی فرض کو سمجھتا اور حصولِ علم کے فوائد اور ثمرات سے آگاہی حاصل کرتا ہے اور اس میں ذوقِ مطالعہ پیدا ہوتا ہے، کیونکہ اس کتاب میں علم کی فضیلت، فرضیت، افادیت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف صالحین، اکابرین اور آئمہ حدیث کا حصولِ تعلیم کا طریقہ اور اس راستے میں آنے والی مشکلات اور علم کی وجہ سے ملنے والا مقام اور تحصیل علم کی رکاوٹیں اور ان کا تعلیم حاصل کرنے کا شوق سب کچھ تحریر ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کرنے والا طالب علم اپنے دوسرے بھائی کے لیے بھی اس کا انتخاب کرتے ہوئے اسے ترغیب دے تاکہ اس کتاب کا



مطالعہ کرنے سے اس کے دل سے بھی احساسِ کمتری ختم ہو اور اپنے آپ کو اس معاشرے کا باعزت فرد سمجھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے حصولِ تعلیم کی راہیں آسان فرمائے اور مؤلفہ کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے (آمین)

کتبہ:

عبدالرحیم گجر

(مدیر)

(مرکز الحرمین الاسلامی ملتان)

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ملتان

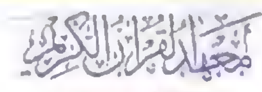


ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(فہرست مضامین)

MAHAD
AL-QURAN AL-KARIM
Karachi - Pakistan
Date: ______
Ref No. ______



کراچی، پاکستان
تاریخ 20-05-2011
الرقم ______

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمد والہ واصحابہ اجمعین وبعد۔

تحصیل علم کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں خاص طور پر علم شریعت۔

رب العزت نے قرآن کریم میں "هل يستوي الذين يعلمون والذين لايعلمون" فرما کر اور جناب نبی کریم ﷺ نے "من سلك طريقا يطلب فيه علما سهل الله له طريقا إلى الجنة" کہہ کر اس مبارک عمل کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔

فاضلہ مصنفہ محترمہ ام عمیر سلفی صاحبہ نے حصول علم کے طرق اور اداب کے موضوع پر طلبہ و طالبات کیلئے انتہائی مفید اور راہ نما کتاب مرتب فرمائی ہے۔ دلائل کے حوالے سے قرآنی آیات اور صحیح روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

موضوعات کی ترتیب کا بھی خصوصی خیال رکھا گیا ہے، کتاب کی معیاری طباعت نے کتاب کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ رب العالمین موصوفہ کی مخلصانہ محنت کو قبول فرمائے ان کیلئے اور ان کے معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور قارئین کیلئے نفع بخش ثابت فرمائیں۔ آمین۔

کتبہ:

(دستخط)

رئیس معہد القرآن الکریم گلستان جوہر۔ کراچی

Gulistan-e-Jauhar, Block-I, Opp: NED University, P.O. Box: 17825, Karachi-75300, Pakistan.
Ph: 8122353 Fax: 8016047